مولانا حافظ حمید اللہ کا انتقال پُرملال

دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہوا

ممتاز عالم دین اور مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ حمید اللہ ۱۸ ر نومبر ۸ بجے شام میو ہسپتال میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحوم ایک ماہ سے مرض ذیابیطس کے سلسلہ میں زیر علاج تھے

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ
مجاہد الحسینی

ہدیہ ۳۵ پیسے

۲۶ ر رمضان ۲۷ ر نومبر
۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ مُکَاتَبًا جَاءَہٗ فَقَالَ: اِنِّیْ عَجَزْتُ عَنْ کِتَابَتِیْ فَاَعِنِّیْ قَالَ: اَلَا اُعَلِّمُكَ کَلِمَاتٍ عَلَّمَنِیْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ عَلَیْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَیْنًا اَدَّاہُ اللّٰہُ عَنْكَ؟ قُلْ: "اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مکاتب ان کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور عرض کیا کہ میں اپنا زرِکتابت ادا کرنے سے عاجز ہوگیا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو وہ کلمات سکھلادوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا۔ تو اللہ تعالےٰ اس کو ادا کردیگا یہ پڑھا کر۔ (ترجمہ) اے اللہ کفایت کر میرے لئے اپنے حلال کو حرام سے اور اپنے فضل سے مجھ کو اپنے علاوہ اوروں سے مستغنی بنادے (ترمذی نے اس کو ذکر کیا) اور کہا حدیث حسن ہے)

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ اَبَاہُ حُصَیْنًا کَلِمَتَیْنِ یَدْعُوْ بِهِمَا: "اَللّٰھُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ، وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد حضرت حصینؓ کو دو کلمات سکھلائے تھے۔ جن کے ساتھ وہ دعا کیا کرتے تھے (اور وہ یہ ہیں) یعنی اے اللہ میرے دل میں میری ہدایت ڈال دے۔ اور میرے نفس کی برائی سے مجھ کو محفوظ رکھ۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَسْاَلُہُ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ "سَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَةَ" فَمَکَثْتُ اَیَّامًا ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَسْاَلُہُ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ لِیْ: "یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ سَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھ کو کوئی چیز سکھلا دیجئے۔ کہ اس کو میں اللہ رب العزت سے مانگوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے عافیت مانگو۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں کچھ روز ٹھہرا رہا۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو کوئی چیز بتلا دیجئے جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اے عباسؓ اے رسول خدا کے عم محترم! اللہ تعالےٰ سے دنیا اور آخرت میں عافیت مانگو ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَعَنْ شَہْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ۔ قُلْتُ لِاُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا کَانَ اَکْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: کَانَ اَکْثَرُ دُعَائِہٖ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت شہر بن حوشبؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ کہ اے ام المومنین جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس ہوتے۔ تو آپ کی زیادہ دعا کیا ہؤا کرتی تھی۔ حضرت ام سلمہؓ نے بیان کیا کہ آپ کی اکثر دعا یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ) ہؤا کرتی تھی امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "کَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ، وَاَھْلِیْ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی۔ (ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں۔ اور اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرے اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں۔ جو کہ تیری محبت تک مجھے پہنچا دے۔ اے اللہ تو اپنی محبت کو میری جان اور میرے گھر والے۔ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ مجھ کو عزیز کردے ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور کہا حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلِظُّوْا بِیَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ النَّسَائِیُّ مِنْ رِوَایَةِ رَبِیْعَةَ بْنِ عَامِرٍ الصَّحَابِیِّ قَالَ الْحَاکِمُ حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یاذوالجلال والاکرام بکثرت پڑھا کرو۔ ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور امام نسائی نے اس حدیث کو حضرت ربیعہ بن عامر الصحابی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا۔ کہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۶ر رمضان ۱۳۹۰ھ
۲۷ر نومبر ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۲۸

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مشرقی پاکستان کا ہلاکت خیز طوفان

عظیم سانحہ پر انتخابی اخراجات اور عید کی خوشیاں قربان کر دیجئے!

مشرقی پاکستان کے ہلاکت خیز طوفان کے باعث پندرہ لاکھ سے زائد انسان لقمۂ اجل بن گئے ہیں اور اس علاقہ میں جو لوگ کسی طرح بچ گئے ہیں وہ "زندہ درگور" ہیں۔ جگہ جگہ انسانی لاشیں بے گور و کفن بکھری پڑی ہیں۔ ہر طرف موت ہی موت دکھائی دیتی ہے۔ تعفّن کے باعث وبائی امراض پھیل گئے ہیں۔ الغرض اس پورے علاقے کی حالت انتہائی دردناک اور لرزہ خیز ہے۔ ایسے عظیم انسانی اور ملّی سانحہ پر اگرچہ دنیا کے بعض ممالک نے پوری انسانی ہمدردی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے حکومتِ پاکستان کو ہر قسم کی امداد دی ہے اور مصیبت کے وقت ہاتھ بٹایا ہے اور مختلف ممالک کے جہاز ہر گھنٹہ کے بعد ڈھاکہ ہوائی اڈہ پہ امدادی سامان لے کر اتر رہے ہیں۔ پاکستان کے عوام ان تمام ممالک کے شکر گذار ہیں۔

جہاں تک اندرونِ ملک کی صورتِ حال کا تعلق ہے پورا مشرقی پاکستان اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد میں براہِ راست شریک ہے اور یہ فطری تقاضا ہے کہ طوفان زدہ علاقہ کے لوگوں کی زیادہ تر رشتہ داریاں چونکہ اسی خطّہ میں تھیں اس لئے وہیں کے باشندے براہِ راست اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن مغربی پاکستان کی صورتِ حال کچھ مختلف دکھائی دیتی ہے۔ یہاں کے اخبارات اور بعض دینی اور سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کی طرف سے اگرچہ اس قسم کی اپیلیں شائع ہو چکی ہیں کہ مشرقی پاکستان کے طوفان زدہ بھائیوں کی امداد کے لئے —— عید کی خوشیاں قربان کر دیجئے! ان اخبارات اور قومی رہنماؤں نے اہم قومی ضرورت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ لیکن بازاروں اور خرید و فروخت کے مرکزوں میں انسانی ہجوم اور عید کی تیاریوں میں لوگوں کی دلچسپی اور گہما گہمی اس امر کا ثبوت ہے کہ مشرقی پاکستان کے عظیم سانحے نے ان لوگوں کو کچھ زیادہ متاثر نہیں کیا ہے۔ حالانکہ رمضان المبارک کے روزے اور عید کے موقع پر صدقۂ فطر کا تقرر ہی اس لئے ہوا ہے کہ اہلِ اسلام کے دلوں میں بھوک سے نڈھال اور مفلس و قلاش انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور جذبۂ ترحّم پیدا ہو۔

تاریخِ انسانی میں طوفانِ نوحؑ کے بعد اپنی ہلاکت آفرینی کے اعتبار سے واحد نوعیت کا عظیم قومی سانحہ بھی اگر ان لوگوں کی عیش و عشرت ان کی مسرت و نشاط میں غمناکی پیدا نہیں کرتا ہے تو نامعلوم کس وقت ان کا دل موم ہو سکے گا۔

اس پر مستزاد یہ کہ پاکستان میں ان دنوں انتخابات کی ہنگامہ خیز تیاریاں ہیں ہر امیدوار اپنی کامیابی کے لئے زر و مال پانی کی طرح بہا رہا ہے۔ زرعی اور شہری جائدادیں دھڑا دھڑ فروخت ہو رہی ہیں۔ لاکھوں کا مال سینکڑوں میں پھینکا جا رہا ہے کہ کسی نہ کسی طریق سے کرسیٔ اقتدار نصیب ہو جائے۔

مشرقی پاکستان کے سانحے پر چیف الیکشن کمشنر نے اگرچہ واضح اعلان کر دیا ہے کہ انتخابات پروگرام کے مطابق منعقد ہوں گے۔ اور ان میں کوئی التوا نہ کیا جائے گا۔ لیکن مشرقی پاکستان کی غالب اکثریت، وہاں کی ممتاز سیاسی جماعتیں اس بات کا بھرپور مطالبہ کر رہی ہیں کہ انتخابات ملتوی کر کے ساری توجہ مصیبت زدہ انسانوں کی امداد پر مذکور کر دی جائے۔

مغربی پاکستان میں سے جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما مولانا غلام غوث ہزاروی کے علاوہ چند دیگر رہنماؤں نے اپنے بیانات میں فرمایا ہے کہ اگر انتخابات ملتوی کر دیے جائیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

مغربی پاکستان کی سیاسی جماعتیں انتخابات کے التوا کا مطالبہ کریں یا نہ۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت پورا ملک ایک تکلیف، اضطراب اور مصیبت میں مبتلا ہے۔ صدر مملکت آغا محمد یحییٰ خان کی تمامتر توجہ مشرقی پاکستان کے طوفان زدہ علاقہ میں امدادی سامان کی ترسیل اور متاثرہ افراد کی

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

مندرجات

مجلسِ ادارت

یوسف عزیز مدنی
مجاہد الحسینی
محمد عثمان غنی
حنیف رضا
منظور سعید احمد

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

جن کی زندگی کا ہر گوشہ رضائے الٰہی کے تابع تھا!

محمد لطیف سلیمی، ایم اے

آج سے سات سال قبل ۱۳۸۳ھ ۱۷ر رمضان کو شمع رسالت کا پروانہ سنتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دیوانہ اور قرآن کا مفسّر و مبلّغ اس دارِ فانی سے دارالبقا کو کوچ کر گیا۔ یہ لاہور کہ جب چالیس سال قبل انگریزی حکومت کے خلاف سرگرمیوں کی بنار پر دہلی سے شہر بدر کرکے یہاں پابند کر دیا گیا تھا اور حکومت نے دو ضامن مانگے تھے تو آپ کی ضمانت دینے کے لئے ایک شخص بھی نہ ملا تھا۔ جب وہ مردِ قلندر لاہور سے کوچ کر کے جا رہا تھا تو لاکھوں انسانوں کے دل فگار تھے اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ آپ کے لئے ضمانت تو درکنار اپنی متاعِ جان بھی دینے کے لئے تیار تھے۔ لیکن ملک الموت کو تو صرف ایک ہی محبوبِ حق کی جان عزیز تھی۔

آپ گوجرانوالہ میں گکھڑ ریلوے اسٹیشن سے مشرق کی جانب قصبہ جلال میں ۲ر رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ماہِ نزولِ قرآن کے دوران پیدا ہونے والا نیّرِ تاباں عمر بھر اسی نورِ ہدایت کی ضیاپاشی کرتا رہا —— قرآن مجید اور سنتِ نبوی پر عمل آپ کا حاصل زندگی رہا ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک نامور شاگرد پنجاب یونیورسٹی کے موجودہ وائس چانسلر پروفیسر علامہ علاؤ الدین صدیقی کا ایک مقام پر مقولہ نقل ہے کہ

"میں نے مغربی ممالک کی سیر و سیاحت کے دوران اس حقیقت کو ہزار تعجب سے جگہ بہ جگہ دیکھا کہ سید العارفین، عالم ربانی حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کے ارجمند شاگردوں، عقیدت مندوں یا خوشہ چینوں میں سے کسی نہ کسی مردِ حق نے قرآن پاک کے درس و تدریس اور نشر و اشاعت کو اپنا لائحہ عمل بنا رکھا ہے۔"

("بیس بڑے مسلمان" از عبدالرشید ارشد)

والدین آپ کے والد مکرم شیخ حبیب اللہ سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے اور صاحبِ سلوک و دل اور صاحبِ ورد بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ثمر اوّلین (حضرت مولاناؒ) کو حضرت مریم علیہا السلام کی مثل محرر (وقف لدین اللہ) کر دیا تھا۔

ابتدائی تعلیم ہوش سنبھالتے ہی والدہ مکرمہ نے تعلیم و تدریس شروع کر دی۔ اس کے بعد کوٹ سعداللہ میں ایک درویش صفت مردِ قلندر حضرت مولانا عبدالحق کے سایۂ عاطفت میں دے دیے گئے انہوں نے بکمال شفقت و محبت تربیت فرمائی۔ ابھی عہد طفولیت کی معصوم وادیوں کا سفر جاری تھا کہ امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ مربّی مقرر ہو گئے۔ حضرت سندھیؒ سے ویسے ہی قرابت تھی۔ انہوں نے آئندہ تحریک آزادیٔ ہند کے لئے ایک سپہ سالار تیار کرنے کے پیش نظر آپ کے علمی ترفع کے ساتھ ساتھ لوحِ قلب کو صیقل کرنا شروع کیا تاکہ جد و جہد کی خار دار وادیوں کی گرد آپ کے شیشۂ دل کو زنگ آلود نہ کر سکے — حضرت سندھیؒ آپ کو اپنے پیر طریقت حضرت مولانا غلام محمد دین پوری کے ہاں امروٹ شریف میں لے گئے چونکہ وہاں خانقاہ کے علاوہ مدرسہ کوئی نہ تھا۔ اس لئے حضرت سندھیؒ نے خود ہی آپ کو صرف و نحو اور فارسی وغیرہ کی ابتدائی تعلیم شروع کرا دی — امروٹ شریف میں حضرت غلام محمدؒ کی صحبت طیبہ کے علاوہ تحریک آزادیٔ ہند کے جانباز سپاہی حضرت مولانا تاج محمودؒ امروٹی کے جذبۂ جہاد و جانبازی سے سرشار ہوئے۔ اس کے بعد جب مولانا عبیداللہؒ سندھی کی تحریک پر گوٹھ پیر جھنڈا میں مدرسہ دارالرشاد کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مولانا احمد علیؒ کو حضرت سندھیؒ نے وہاں داخل کرا دیا۔ یہاں پر آپ نے نہایت محنت و شوق سے چھ سال تک علوم متداولہ و مروجہ دینیہ کی تکمیل کی۔ ۱۹۲۷ء میں آپ فارغ التحصیل ہوئے اور آپ کی چار دیگر اصحاب کے ساتھ دستار بندی ہوئی چونکہ آپ نے مدرسہ کا امتحان اعلیٰ امتیاز سے پاس کیا تھا اس لئے حضرت سندھیؒ کے اصرار پر اسی مدرسہ میں آپ کو مدرسی قبول کرنی پڑی۔ اسی مدرسی کے دوران حضرت سندھیؒ نے اپنی صاحبزادی آپ کے حبالۂ عقد میں دے دی۔ آپ گوٹھ پیر جھنڈا میں تقریباً تین سال تک نہایت محنت و جانفشانی سے تدریس و تعلیم میں مشغول رہے اسی اثناء میں آپ کے والد بزرگوار کو اللہ تعالےٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ سایہ پدری سے محرومی کے صدمہ نے آپ کو نڈھال کر دیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ تحصیلِ علم کے بعد والد مکرم کے پاس تزکیۂ باطن کی منازل طے کریں اور ان کی خدمت بجا لا کر توشۂ آخرت میں اضافہ کریں لیکن انہیں اجل نے مہلت نہ دی۔ چنانچہ آپ نہایت رنجیدہ و کبیدہ رہنے لگے۔

شادی سے تقریباً ایک سال بعد آپ کے ہاں ایک گوہر آبدار نے آنکھ کھولی۔ آپ نے ان کا نام حسن رکھا۔ آپ اس چاند کے دیدار سے سیر بھی نہ ہونے پائے تھے کہ وہ نوخیز معرضِ وجود سے عدم کی منزل کو کوچ کر گیا اس کے ساتھ ہی آپ کی رفیقۂ حیات نے بھی عدم کی راہ لی اور اپنے جرأت مند و بہادر سرتاج کو داغِ مفارقت دے گئیں۔ ان پے درپے رُوح فرسا صدموں کے غم و الم کو احمد علی کا صبر ایوب جھیل گیا۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے دیوبند میں آکر "جمعیۃ الانصار" کے نام سے سامراج دشمن دیوبند کے فارغ التحصیل علماء کی ایک تنظیم قائم کر لی اس تنظیم کا ایک مقصد تو ہم خیال علماء کی ایک ہمہ گیر تنظیم قائم کرنا تھا تو دوسری طرف سامراج کے خلاف جد و جہد مزاحمت کو بھی تیز کرنا تھا لیکن وائے ناکامی دیوبند کی قیادت میں سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ماسوا اور کسی نے آپ کے طریق عمل سے اتفاق نہ کیا مجبوراً دیوبند چھوڑ کر آپ کو دہلی کو مستقر بنانا پڑا۔ دہلی پہنچ کر آپ نے اس تنظیم کا کام شروع کر دیا تو اس کے ساتھ ہی مدرسہ دارالارشاد سے حضرت مولانا احمد علی کو اپنے پاس بلا لیا اور نظارۃ المعارف القرآنیہ کے نام پر علماء کرام اور گریجوایٹ حضرات کی ایک مخلوط جماعت تیار کی جس کا مقصد حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق تبلیغی مشن چلانا تھا۔ حضرت مولانا احمد علیؒ نے اس جماعت کی تنظیم میں حضرت سندھیؒ کا پورا پورا ساتھ دیا۔

اس کے بعد حضرت سندھیؒ کے حسب ارشاد مولانا احمد علی نواب شاہ کے ایک مدرسہ میں آگئے اور تدریس و تعلیم کا مشغلہ جاری رکھا۔ آپ کی اہلیہ کی وفات سے آپ کے خسر حضرت سندھیؒ کو اپنے ارجمند داماد کی تنہائی کا شدید قلق رہتا تھا۔ اسی اثناء میں مولانا محمد احمد فاضل دیوبند نے حسب تحریک حضرت سندھیؒ سے مشورہ کیا کہ کیا میں اپنی بچی کی شادی حضرت مولانا احمد علیؒ سے کر دوں۔ آپ نے بہ ہزار مسرت ان کی تجویز پر صاد فرما دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بچی کا حضرت مولانا احمد علیؒ سے نکاح کر دیا۔ نکاح ثانی کے فرائض شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے انجام دیے۔

علی گڑھ میں قیام

اس کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے حسب ارشاد مولوی انیس احمد متعلم علی گڑھ کی اتالیقی کے فرائض بھی انجام دیے۔ مولانا سندھیؒ نے درس قرآن مجید شروع کیا ہوا تھا جو تیرہ پارہ تک پہنچا تھا کہ حضرت سندھیؒ کو افغانستان کی طرف ہجرت کرنا پڑی اپنے پیچھے حضرت مولانا احمد علیؒ کو جمعیت الانصار کا نگران مقرر فرمایا۔ حضرت سندھیؒ نے کابل کے قیام کے دوران اپنی تنظیم اور سرگرمیوں کے بارے میں حضرت مولانا احمد علی کو کچھ خطوط ارسال کئے تھے جو کہ چند ہمخیال حضرات کو پہنچانے تھے خطوط تو مکتوب الیہم کو پہنچا دیے گئے لیکن بعد میں پکڑ لئے گئے۔ حکومت ہند برطانیہ نے اس تحریک کو کچلنے کا کام شروع کر دیا۔ اگر حضرت سندھیؒ کی وہ تحریک کامیاب ہو جاتی جس کا مقصد استخلاص وطن کے سوا کچھ نہ تھا تو پاکستان ۴۷ء سے کئی سال قبل معرض وجود میں آچکا ہوتا۔ ان خطوط کے پکڑے جانے کے بعد حضرت شیخ التفسیرؒ کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ دہلی سے شملہ لایا گیا۔ اور وہاں حوالات میں بند کر دیا گیا۔ حوالات کا نگران آپ کی حسن سیرت اور محاسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کو اپنی بساط کے مطابق ہر طرح کی سہولتیں اور مراعات پہنچانے میں لگ گیا آپ کو نماز کے وضو کے لئے صاف پانی مہیا کرتا۔ کبھی کبھی مٹھائیوں سے تواضع کرتا۔ اسی طرح بستر وغیرہ بھی اپنے گھر سے لاکر دیا۔ شملہ سے آپ کو لاہور لایا گیا اور پھر جالندھر۔ وہاں پر حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری بھی پابزنجیر لائے گئے۔ ان کو بھی اسی جرم کی پاداش میں لایا گیا تھا۔ جس جرم کی پاداش میں آپ سنت یوسفی ادا کر رہے تھے اللہ تعالٰے نے ایک بار پھر حضرت شیخ کی روحانی تربیت و تزکیہ کا باحسن اہتمام فرما دیا۔ جالندھر میں آپ کو قصبہ راہوں میں نظربند کر دیا گیا۔

لاہور میں آمد

اس کے بعد حضرتؒ کو راہوں سے لاہور لایا گیا۔ سی۔ آئی۔ ڈی پولیس کے افسر نے ایک مسلمان افسر کے سامنے آپ سے یوں خطاب کیا "حکومت آپ کو صوبہ سندھ یا دہلی واپس بھیجنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ اس کا یقین ہے کہ سندھ یا دہلی میں آپ کی واپسی کسی لحاظ سے مناسب نہیں لہٰذا آپ کو لاہور ہی میں رہنا ہوگا لیکن آپ کو اس سلسلے میں دو ضامن پیش کرنے ہوں گے۔ جو ہزار ہزار روپے کی ضمانتیں دیں تب گورنمنٹ آپ کو رہا کرے گی۔"

حضرتؒ نے فرمایا۔ یہاں میرا کوئی شناسا نہیں ہے اگر آپ مانیں تو میں دہلی یا سندھ سے ضامن لا دیتا ہوں۔ لیکن حکومت نہ مانی بہ ہزار دقت قاضی ضیاء الدین مرحوم فاضل دیوبند ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ کا نام نامی یاد آیا جو ان دنوں لاہور میں قیام پذیر تھے ان سے ملے تو انہوں نے ملک لال خاں (مینجر انجمن اسلامیہ گوجرانوالہ) کا نام تجویز کیا چنانچہ اس طرح نہایت محنت و جانفشانی کے بعد آپ کو دو ضامن مل سکے۔

لاہور میں آپ کے مشاغل

حضرت سندھیؒ کے حسب ارشاد لاہور میں انہوں نے قرآن مجید پڑھانا شروع کیا اور دو آدمیوں سے ترجمہ قرآن کی کلاس کا آغاز فرما دیا۔ ان دنوں آپ کا مکان کڑہ اللہ دتہ میں تھا۔ نماز پنجگانہ مسجد لائن سبحان خاں میں ادا کرتے تھے اس کے بعد مولانا عبدالحق کی بیٹھک میں درس دینا شروع کیا۔ جب مولانا عبدالحق کو ذاتی ضرورت کے لئے مکان مطلوب ہوا تو آپ نے مسجد لائن سبحان خاں میں درس کا آغاز کیا۔ لاہور میں آپ نے سلسلہ معاش کے سلسلے میں مطبوعہ کاپیوں کی تصحیح شروع کر دی اور ایک عرصہ دراز تک آپ اسی طریق پر قوت لایموت کا بندوبست کرتے رہے ۱۹۱۸ء میں آپ نے پہلی بار حج اور زیارت مسجد نبویؐ فرمائی۔ حج سے واپس ہوئے تو ہندوستان میں تحریک خلافت زوروں پہ چل رہی تھی۔ امیر افغانستان نے انگریزوں سے ایک گفتگو کے دوران کہا کہ چونکہ خلیفۃ المسلمین قسطنطنیہ کے سقوط کے بعد گرفتار ہو چکے ہیں اس لئے مسلمانوں کو ہندوستان چھوڑ کر افغانستان کو وطن بنا لینا چاہیے۔ ہزاروں انسانوں نے امیر امان اللہ خان

کی دعوت کو لبیک کہا اس میں حضرت مولانا احمد علیؒ بھی بمعہ اہل و عیال ہجرت کر گئے۔ افغانستان میں ہندوستانی مہاجرین کی آبادکاری کا کام ٹھیک طور پر نہ ہو سکا۔ زادِ راہ ختم ہو جانے کی وجہ سے بے شمار لوگوں کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر نیم دل و نیم جان ہو کر اکثر لوگوں کو وطن کی راہ لینی پڑی۔ حضرت مولاناؒ بھی واپس تشریف لے آئے۔

انجمن خدام الدین کا قیام

آپ نے درس قرآن مجید تو پہلے شروع کر رکھا تھا احباب کے کہنے پر منظم طریقے پر اشاعت قرآن اور اسلام کے لئے انجمن خدام الدین کا قیام عمل میں آیا۔ اس انجمن کا نام بھی آپ کا تجویز کردہ تھا۔ انجمن میں مولانا ابو محمد احمد، مولانا نجم الدین (جو حضرتؒ کے استاد مکرم بھی تھے) اور مولانا فضل حق شامل تھے۔ اس انجمن کی امارت آپ کے سپرد ہوئی۔ بعد میں انجمن کی طرف سے خدام الدین کے نام سے ہفت روزہ دینی رسالہ نکلنا شروع ہوا۔ جو کہ اب تک ملک و ملت کی دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اس کے ساتھ آپ نے مدرسہ قاسم العلوم قائم کر دیا اس کی ابتداء ایک عربی مدرسہ سے ہوئی جو بعد میں قاسم العلوم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس میں عربی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ اور علماء حضرات آکر تفسیر قرآن پڑھنے لگے۔ رفتہ رفتہ اس چشمۂ فیض میں دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، مدرسہ امینیہ دہلی، مدرسہ شاہی مرادآباد سے فارغ التحصیل علماء کی جماعتیں آنے لگیں اور یہاں پر یکم رمضان سے آخر ذیقعد تک یہ خاص کلاس ہوا کرتی تھی جو کہ آخر دم تک آپ کے یوم وفات ۱۷ر رمضان ۱۳۸۳ھ تک آپ کے زیر سایہ جاری رہی اور آپ کے جنازے میں تفسیر پڑھنے کے لئے آئی ہوئی علماء کی ایک کثیر تعداد موجود تھی ان کی سندات پر شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، الحاج مولانا انور شاہ صاحب کاشمیریؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دستخط ہوتے تھے۔ اب وہ مدرسہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا عبیداللہ انور کی زیر نگرانی چل رہا ہے۔

مدرسہ کی عمارت

مدرسہ کے اقامت پذیر طلبہ کے لئے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا لیکن جگہ کی قلت کی وجہ سے ان کو سخت دِقت پیش آتی تھی۔ اس کے پیش نظر انجمن نے مدرسہ کی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا۔ لائن سبحان خان میں ایک قطعہ الارضی خرید کر مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا سنگ بنیاد نمونۂ اسلاف اور تحریک پاکستان کے نامور قائد مولانا شبیر احمد عثمانی نے رکھا۔

وفات

۱۷ر رمضان ۱۳۸۳ھ کو آپ اس دار فانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ فرما گئے۔ جس شہر میں آپ کو ایک وقت ضمانت دینے کے دو شناسا نہیں مل رہے تھے وہاں لاکھوں انسانوں نے آپ کے سفر آخرت میں شرکت کو عین سعادت سمجھا۔ یونیورسٹی گراؤنڈ اپنی تمامتر وسعتوں اور پہنائیوں کے باوجود تنگ نظر آ رہی تھی۔ میانی صاحب میں آپ کی آخری آرامگاہ بنائی گئی۔ اور کافی عرصہ تک آپ کے مزار مبارک کی خاک سے شمیم جنت کی خوشبو آتی رہی۔

حضرت مولانا احمد علی پون صدی کی داستان تحریک آزادئ ہندوستان کے امین تھے۔ ہر تلخ مصیبت میں قوم کا ساتھ دیا قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اس مرد آزاد نے ہر موقع پر اعلائے کلمۃ الحق کہا۔ قرآن مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر ہمیشہ زور دیتے رہے۔ اکل حلال کو مسلمان اور سالک کی زندگی کا اہم جزو قرار دیتے تھے۔ اتباع دین میں اس قدر متشدد تھے کہ بے نماز کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا پسند نہیں فرماتے تھے شادی بیاہ اور زندگی کے دیگر معاملات جن میں کسی قسم کی بدعت پر عمل ہوتا تھا آپ اس سے نفور تھے۔ اگر ملت بیضا میں کسی طاغوتی طاقت نے کوئی فتنہ اٹھایا تو اس کا ڈٹ کر دنداں شکن جواب دیا۔ تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اگر حکومت وقت نے دین کے بارے میں کوئی خلاف شرع کام کیا تو اس پر ارباب اختیار کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے باز نہ آئے۔ اس سلسلے میں کئی بار آپ کی زبان بندی بھی ہوئی۔

چنانچہ ۱۹۳۱ء میں میکلیگن انجینئرنگ کالج لاہور کے انگریز پرنسپل نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کئے۔ آپ نے جرأت رندانہ سے کام لے کر اس کے خلاف ایک زبردست تحریک چلائی آپ کو اس سلسلے میں گرفتار کر لیا گیا لیکن بعد میں ارباب حکومت کو اپنی خیانت سے تائب ہونا پڑا اور آپ کو باعزت طور پر رہا کر دیا گیا۔

ذیل میں آپ کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ ہر کام میں حصول رضائے الٰہی ہونا چاہیے۔

۲۔ قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کی تشریح دو جملوں میں ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کو عبادت سے اور خلق خدا کو خدمت سے راضی رکھے۔

۳۔ دل کتنا ہی سخت ہو ذکر الٰہی کی متواتر ضربوں سے نرم ہو جاتا ہے۔ جس طرح سخت پتھر میں پانی کے ٹپکنے سے نشیب پڑ جاتا ہے۔

۴۔ اگر کوئی ہوا میں اڑتا ہوا آئے اور لاکھوں مرید پیچھے لائے۔ مگر سنت نبویؐ کا مخالف ہو تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا ناجائز۔ اس کی بیعت کرنا حرام، اگر کوئی کر چکا ہو تو توڑنا فرض عین ہے۔

۵۔ دین پر استقامت طلب کرو کرامت طلب نہ کرو کیونکہ استقامت کا درجہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔

۶۔ جو موتی اللہ والوں کی جوتیوں میں ملتے ہیں بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتے۔

علمی کمالات

ساری عمر تفسیر کتاب و سنت اور تزکیۂ باطنی کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے قرآن پاک کا رواں دواں اردو ترجمہ کیا۔ چونتیس چھوٹے چھوٹے دینی رسائل تصنیف فرمائے جن میں "تذکرہ رسوم الاسلامیہ" اسلام میں نکاح بیوگان، ضرورۃ القرآن، اصلی حنفیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے وظائف، میراث میں حکم شریعت، توحید مقبول، فوٹو کا شرعی فیصلہ، تفسیر سورۂ قریش، صد احادیث کا گلدستہ، شہادۃ البخاری علی حرمت المزامیر شرح اسماء اللہ الحسنیٰ، فلسفہ روزہ، فلسفہ نماز بھی شامل ہیں۔

درس قرآن

ربوبیت الٰہی

از: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ ——— از: محمد عثمان غنی

(۱۰)

یہاں پر فرمایا وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ۔ نفسیاتی طور پر فرمایا۔ کہ اے انسان! تیرے لئے ان چارپایوں میں بڑی زینت ہوتی ہے ــ جمال ــ خوبصورتی ــ یہ مسئلے جانتے ہیں ہمارے زمیندار بھائی۔ جن کو بیل رکھنے کا بڑا شوق ہے، اونٹ رکھنے کا بڑا شوق ہے اُن سے پوچھئے وہ کتنی محنت کے ساتھ پالتے ہیں۔ ہمارے تلہ گنگ وغیرہ کے علاقے میں تو خود نہیں کھاتے، ان کو کھلاتے ہیں، پالتے ہیں بڑی محبت کے ساتھ۔ فرمایا۔ لَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ۔ تمہارے لئے ان چارپایوں میں بڑی زینت اور خوبصورتی ہوتی ہے حِينَ تُرِيحُونَ ۝ جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو، وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ اور جب تم صبح ان کو چرانے کے لئے لے کر جاتے ہو۔ جاتے وقت بھی تم دل سے بڑے خوش ہوتے ہو، اور جب واپس آتے ہو پھر بھی تم خوشی محسوس کرتے ہو ــ اور کیا فائدے ہیں؟ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ، اور یہی تمہارے چارپائے اٹھا کر لے جاتے ہیں تمہارے بوجھ۔ أَثْقَالَ جمع ہے ثِقْل کی ــ تمہارے بوجھ ــ إِلَىٰ بَلَدٍ۔ ایسی بستی کی طرف۔ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ ــ جس بستی تک تم نہ پہنچ سکو گے ــ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ مگر اپنی جان کو تکلیف میں ڈالتے ہوئے۔ یہ بھی مسئلہ فرمایا بار برداری کے کام کون آتا ہے؟ أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ (الغاشیہ ۱۷) فرمایا پھر اونٹ ہی کو دیکھ لو۔ اونٹ کو اللہ نے کیسا پیدا کیا؟ بدن دیکھئے اور پھر ساخت دیکھئے، پھر اس کا صبر دیکھئے، اس کا کھانا دیکھئے، اس کی مشقت دیکھئے۔ فرمایا۔ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ سفر بھی طے کرتے ہیں چارپائے، جو سفر تم گھنٹوں میں طے کرتے ہو، یہ منٹوں میں طے کر لیتے ہیں، جو تم دنوں میں طے کرو یہ گھنٹوں میں طے کر لیتے ہیں۔ اُس زمانے میں ہوائی جہاز وغیرہ تو نہیں تھے۔ اس لئے ان چیزوں کو بتایا کہ چارپائے تمہارے لئے بڑے بڑے فاصلے طے کرتے ہیں، بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ اگر تم جاتے تو تمہاری جانیں کھپ جاتیں لیکن تم نہ پہنچ سکتے اور یہ اونٹ کتنے کتنے دن چلتا رہتا ہے بلا پانی کے، بلا کھانے کے اور بعض جگہ پر اونٹوں پر لوگوں نے مکان بنا رکھے ہیں، جس کو شُغْدُفْ کہتے ہیں۔ اپنا مکان بنا ہوا ہوتا ہے، کتنے کتنے دنوں تک اونٹوں پر چلتے رہتے ہیں۔ جو لوگ حج کو گئے ہیں اگر انہوں نے کہیں بدوی زندگی ملاحظہ کی ہو تو انہوں نے دیکھا ہوگا کہ بعض اونٹوں پر باقاعدہ شغدف بنے ہوتے ہیں، اور ان پر بدو باقاعدہ اپنا گھر بار رکھتے ہیں، باقاعدہ اسی پر چلتے ہیں اسی پر اپنا وقت گذارتے ہیں، رات کو، دن کو، سفر لمبے لمبے طے کرتے ہیں۔ تو یہ چارپایہ کس نے بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ نہ پہنچ سکتے تم ان بستیوں میں، ان مقاصد میں، ان منازل میں، اپنی جانوں کو کھپانے کے بغیر۔ لیکن اللہ نے تمہاری باربرداری کے لئے حیوانات پیدا کئے، چارپائے پیدا کئے جو تمہیں یہ کام بھی دیتے ہیں۔ تو بتاؤ، جو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان کو مسخر کرنے والا ہے تو یہ ایسے ہی مسخر کر دیا۔ ان کا حساب کتاب نہیں لے گا؟

میرے بھائیو! یہ قربانی جو ہم کرتے ہیں۔ دُنبے، گائیں، بیل ذبح کرتے ہیں۔ اگر دُنبے کو زبان دی جاتی اور وہ یہ کہتا کہ قاضی صاحب! مجھے تو آستین چڑھا کر ذبح کر رہے ہو، میں تو خدا کے سامنے لیٹ گیا ہوں، اگر تجھے لیٹنا پڑے تو تُو کیا کرے؟ اگر بیل یہ پوچھ بیٹھے کہ بابو صاحب! حضرت صاحب! افسر صاحب! مولوی صاحب! مجھے تو آپ ذبح کر رہے ہیں، میں تو تیار ہوں، میں تو جانتا ہوں کہ اللہ میرا خالق ہے، اللہ میرا مالک ہے، ٹھیک ہے۔ اور میں اپنے آپ کو خوش بخت سمجھتا ہوں کہ اللہ کا نام لے کر آپ مجھے ذبح کر رہے ہیں۔ مرنا تو میں نے ویسے بھی تھا۔ دنبہ نہیں مرے گا؟ بیل نہیں مرے گا؟ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ (الرحمٰن ۲۶) ہر چیز کے اوپر فنا ہے۔ لیکن میں خوش ہوں کہ آج تم مجھ پر تکبیر پڑھ رہے ہو، اللہ کا نام لیتے ہو، اللہ اکبر کہہ رہے ہو اور یہ بھی کہہ رہے ہو کہ یہ سنّت ہے سیدنا ابراہیم خلیل اللہؑ کی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ مجھے اس سنت کے مطابق تم ذبح کر رہے ہو جس سنّت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو پیش کر رہے تھے۔ میں بہت عظیم مقام کے لئے ذبح ہو رہا ہوں اور مجھے خوشی ہے۔ لیکن مولوی صاحب! اگر آپ کو لٹایا جاتا تو آپ کیا کہتے؟ اگر ایسی بات ہوتی تو کیا ہم لیٹ جاتے؟ توبہ توبہ ــ فتوے منگواتے کہ قربانی جائز ہے یا ناجائز ہے۔ جو نماز کے لئے وقت نہیں دے سکتا وہ اللہ کے سامنے قربانی کیا دے سکتا ہے؟

فرمایا کہ سوچو، ان حیوانات کے منافع کو سوچو، ان حیوانات کے فائدہ کو سوچو، ان کی اطاعت شعاری کو سوچو، ان کی وفاداری کو سوچو اور پھر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم میرے کتنے فرمانبردار ہو، جن چارپایوں کو میں نے تمہارے لئے پیدا کیا، ان چارپایوں سے تم فائدہ تو پورا اٹھاتے ہو لیکن یہ سوچو کہ اگر تمہیں میرے حکم کے مقابلے میں آ کر اکڑنا پڑتا ہے تو تم کیوں اکڑتے ہو؟ فرمایا اس لئے اللہ تعالیٰ

نے لَمْ تَكُونُوا بٰلِغِيهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ط نہ پہنچ سکتے تم ان منازل میں مگر اپنی جانوں کو کھپا کر۔ تو جانوں کو کھپانے سے تمہیں اللہ نے بچایا، تمہیں چارپائے دے دیئے۔

آگے فرمایا۔ اِنَّ رَبَّكَ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ بے شک تمہارا رب —— پھر "رب" فرمایا۔ تمہارا پالنے والا، میں چونکہ تمہیں پالتا ہوں، تمہیں پیدا کر کے بے لگام نہیں چھوڑ دیا کہ جا کہ بھیک مانگو، میں نے تمہیں پیدا کیا، پیدا کرنے کے بعد تمہاری ساری ضروریاتِ زندگی پوری کر دیں۔ میں تمہارا رب ہوں —— پالنے والا ہے رب العالمین، میرا، آپ کا، سب کا رب کون ہے؟ ربُّ العٰلمین تو فرمایا تمہارا رب کون ہے —؟ اِنَّ رَبَّكُمْ — بے شک تمہارا رب، لَرَءُوْفٌ، بہت ہی بڑا مہربان ہے۔ رَّحِيْمٌ، بخشنے والا ہے۔ کیا مقصد؟ یہ جو کچھ میں نے تمہارے لئے پیدا کیا، یہ میری رحمت کا تقاضا ہے کہ میں تمہیں پالوں، مجھ پر جبر نہیں ہے۔

اور یہاں دوسرا مطلب یہ بھی لیا بعض مفسرین نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اتنی میری نعمتوں کو کھانے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تم میرے مطیع اور فرمانبردار بنتے، اگر تم میرے مقابلے میں آتے تو تم کو میں عذاب میں مبتلا کر دیتا، لیکن میں بڑی مہلت دیتا ہوں اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ میں بڑا مہربان ہوں اور تم مجھے بڑے اچھے لگتے ہو، میری مخلوق ہو۔ بات تو ٹھیک ہے، ہم گناہ کرتے ہیں۔ میرے بھائیو! اللہ میرے آپ کے گناہوں کو معاف فرمائے، اللہ کی رحمت نہ ہوتی، اللہ کی رحیمیت نہ ہوتی، اللہ کی بردباری نہ ہوتی تو کیا ہم بچ سکتے؟

حدیث میں فرمایا۔ حدیثِ قدسی ہے۔ اے میرے بندو! تم دنوں کو گناہ کرتے ہو، تم راتوں کو گناہ کرتے ہو لیکن میں روزانہ رات کو اپنے ہاتھ لمبے کرتا ہوں، یعنی میری رحمت پھیل جاتی ہے تاکہ میرے ہاتھوں پر دن کا گنہگار توبہ کرے اور جب صبح ہوتی ہے تو میں رات کے گنہگار کو دعوت دیتا ہوں کہ او گنہگار! او مجرم! خطائیں کرنے والے! آجا، میرے ہاتھ پر توبہ کر لے —— رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ہے ہی۔ اللہ مجھے آپ کو سحرخیزی کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے بزرگو! میں ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں چونکہ یہ بہت بڑا نسخہ ہے، اگرچہ عمل تو ہم بھی پورے طور پر نہیں کر سکتے۔ (اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے۔) لیکن روزانہ اپنی ضروریات کے لئے ذلیل سے ذلیل آدمی کے سامنے ہم جاتے ہیں، ہاتھ باندھتے ہیں۔ منتیں کرتے ہیں، خوشامدیں کرتے ہیں، رشوتیں دیتے ہیں تو اپنے مولیٰ سے اگر ہم دو چار باتیں کر لیں تو یقین رکھیے کہ اللہ تعالےٰ کو وہ قوت ہے کہ وہ پورے نظام کو بدل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا قدیر خدا ہے لیکن خدا کو پھر منہ دکھانے کے قابل تو بننا چاہیے۔

اس لئے فرمایا۔ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (آل عمران ۱۷) میرے نیک بندے وہ ہیں جو سحری کے وقت مجھ سے معافیاں مانگتے ہیں۔ اور صحیح حدیث میں فرمایا، حدیث قدسی ہے۔ کہ سحری کے وقت اللہ تعالےٰ کی رحمت سماءِ دنیا پر آتی ہے اور آواز دی جاتی ہے۔ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ لِيَسْتَغْفِرَ فَاَغْفِرَ لَهٗ — کوئی گناہوں کی معافی مانگنے والا ہے؟ وقت ہے معافی مانگے، میں گناہ بخشتا ہوں۔ جب اللہ خود بلاتا ہے تو پھر نہیں بخشے گا؟ حدیثِ قدسی ہے۔ هَلْ مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ لِيَسْتَرْزِقَ فَاَرْزُقَ لَهٗ۔ ہے کوئی رزق مانگنے والا؟ مجھ سے روزی مانگے، میں روزی دیتا ہوں۔ آج پیٹ کے مسئلے میں ہم پریشان ہو رہے ہیں۔ میرے بزرگو! سحری کو جاگو۔ دو چار رکعت نماز نفل پڑھو، پھر ان لفظوں میں خدا سے باتیں کرو۔ "اللہ! تو نے خود بلایا ہے، تو خود فرماتا ہے مجھ سے گناہوں کی معافیاں مانگو میں بخشتا ہوں، اللہ! میرے گناہ بہت عظیم ہیں، میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافیاں چاہتا ہوں۔ اللہ! تو خود فرماتا ہے مجھ سے روٹی مانگو، میں روٹی دیتا ہوں۔ اللہ! مجھے رزق کی فراوانی دے۔ بندوں کا محتاج نہ کر۔" دیکھو، خدا قبول کرتا ہے کہ نہیں کرتا۔ جب خود ہی فرمایا کہ میں تمہیں دیتا ہوں، ایسے وقتوں میں مجھے پکارو۔

بہرحال عرض میں یہ کر رہا تھا کہ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ — اللہ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! میں تمہارا رب ہوں اور رب ہونے کے اعتبار سے لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ہوں دنیا میں جو کوئی پالتا ہے اس میں اتنی شفقت نہیں ہوتی۔ وہ ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتا ہے، مجھے کوئی کھانا کھلائے اور پھر میں اسے سلام نہ کروں تو کیا کہتے ہیں؟ "او یار ملوانے بڑے بے وفا نیں۔ راتیں روٹی کھا گیا تے دنے سلام وی نہیں کیتا سو۔" لیکن اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ میں رب ہوں، پالتا ہوں لیکن بڑا رؤف اور رحیم ہوں، میں نے کبھی پرواہ بھی نہیں کی۔ میرے بندے کتنے خطاکار ہیں، گنہگار ہیں۔ ذرا وہ رو دیتے ہیں، اپنے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں تو میں ان کے گناہ معاف فرما دیتا ہوں۔ (باقی آئندہ)

کیا آپ نے الیکشن ایجنٹ کی تقرری کی ہے؟

ہر امیدوار اپنا ایک الیکشن ایجنٹ مقرر کر سکتا ہے۔ الیکشن ایجنٹ کا نام اس حلقہ کی فہرست رائے دہندگان میں ہونا لازمی ہے جس حلقہ سے امیدوار اسمبلی الیکشن لڑ رہا ہے۔

الیکشن ایجنٹ قانونی طور پر مجاز ہوگا — کہ الیکشن کے ہر معاملہ میں امیدوار کی نمائندگی کرے۔ امیدوار الیکشن ایجنٹ کو بدل بھی سکتا ہے اور اس کے مرنے پر کسی اور کو تعیّن بھی کر سکتا ہے۔

الیکشن ایجنٹ کی تقرری کے لئے امیدوار کو تحریری طور پر ریٹرننگ افسر کو مطلع کرنا ہوگا جس میں مقرر کردہ ایجنٹ کا نام، اس کی ولدیت اور پورا پتہ درج کرنا ہوگا۔

اگر کوئی امیدوار الیکشن ایجنٹ مقرر نہیں کرتا تو وہ اپنا الیکشن ایجنٹ خود ہی متصور کیا جائیگا۔ یعنی وہ خود ہی امیدوار اور خود ہی الیکشن ایجنٹ ہوگا۔ (آفس سیکرٹری شعبہ انتخابات)

اے دوست چہ پُرسی تُو شبِ قدر نشانی
ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی

ایم عبدالرحمٰن (لودھیانوی) شیخوپورہ

رمضان المبارک کا مہینہ ایسا مجموعۂ حسنات و برکات ہے جس کا ایک ایک لمحہ سعادت اندوزی اور آخرت کی بھلائی کے لیے بیش قیمت اور قابلِ قدر ہے اس کا اول و آخر اور اوسط سب مبارک و مقدس اور انوار و تجلیات سے معمور ہے اس کے دن اور رات برکتوں اور سعادتوں سے مالا مال اور بے شمار فوائد رکھتے ہیں اس کا پہلا عشرہ اللہ کی رحمتوں سے معمور، درمیانی عشرہ مغفرت سے بھرپور اور آخری عشرہ عذابِ جہنم سے آزادی عطا کرنے والا ہے۔

اس مہینہ میں معصیت وشقاوت کے شیطانی جذبات اور تخیلات پر موت طاری ہو جاتی ہے گناہوں کی قوت مضمحل ہو جاتی ہے نفس سرکش کے مُنہ میں تقوٰی کی لگام دے دی جاتی ہے اور نورِ ہدایت کی روشنی کائناتِ عالم کے ذرّہ ذرّہ کو منوّر کر دیتی ہے رمضان کے مبارک و مسعود مہینہ میں شوقین بصیرتوں کے سامنے روحانی کمالات و تجلیات کی ایک لامحدود دُنیا ہوتی ہے اور اس مہینہ کی بے انتہا فضیلتوں اور غیر محدود برکات میں سے ایک سب سے بڑی فضیلت و بزرگی یہ ہے کہ اس کی جملہ مقدس راتوں میں سے ایک ایسی بابرکت رات ہے جو ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل ہے جو شب قدر اور لیلۃ القدر کے نام سے موسوم ہے اور جو غالباً رمضان کی ستائیسویں شب ہے اس رات کو غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق تک تجلیٔ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اس رات میں عبادت کرنا ایک ہزار مہینوں کی عبادت و ریاضت سے بہتر ہے۔ اس رات کو عبادت سے جو حلاوت اور کیفیت حاصل ہوتی ہے وہ دوسری راتوں سے حاصل نہیں ہوتی یہ ایسی بابرکت رات ہے کہ اسی میں فرشتوں کی پیدائش ہوئی۔ اس میں شب بیداری کا بڑا ثواب ہے۔ اس رات کو جو شخص جاگتا ہے اور عبادت میں مصروف رہتا ہے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں اور اُس کے لیے دعا مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تیسویں پارہ کے آخری ربع میں ایک سورۃ نازل فرمائی ہے جس کا نام سورۂ قدر ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے۔

"ہم نے قرآنِ کریم کو قدر والی رات میں نازل کیا۔ اور آپ کیا جانتے ہیں کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ فرشتے اور جبرئیلؑ اس رات اترتے ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے۔ ہر کام کے واسطے طلوع فجر تک امن وسلامتی ہے"

لیلۃ القدر کیوں کہتے ہیں؟

اس کی تین وجوہات ہیں ایک تو اس وجہ سے کہ اس رات اللہ پاک امور و احکام کا اندازہ کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس رات تقدیر کے احکام واقع نہیں ہوتے کیونکہ تقدیر تو اُسی وقت تحریر ہو چکی تھی جبکہ ابھی زمین و آسمان کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کی تقدیر تو روزِ اوّل ہی میں مقرر ہو چکی تھی۔ لیلۃ القدر میں تقدیر سے مراد یہ ہے کہ ان تقادیر کا ملائکہ پر اظہار کیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ لیلۃ القدر عزت و عظمت اور شرف و منزلت کی رات ہے اب یا تو شرف و منزلت فاعل کی طرف راجع ہے یعنی جو اس رات میں عبادت بجا لائے وہ صاحبِ عظمت و بزرگی ہے اور یا فعل کی طرف راجع ہو گی یعنی اس رات کی اطاعت قدر و شرف میں زیادتی ہے۔ تیسرے یہ کہ لیلۃ القدر کے معنی تنگی کے ہوں یعنی اس رات زمین ملائکہ پر تنگ ہو جاتی ہے۔

ابوبکر رزاق فرماتے ہیں۔ لیلۃ القدر اِس کو اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مرتبہ والی کتاب، مرتبہ والے فرشتے کی زبان سے، مرتبہ والی امت پر نازل ہوئی۔ شاید اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں تین مرتبہ لفظ لیلۃ القدر کو بیان کیا ہے۔

شب قدر کے مخفی رکھنے کی وجہ:-

حضرت امام رازیؒ نے اس کے چار وجوہات بیان کئے ہیں۔ اول تو یہ کہ حضرت جلّ و عُلا نے دیگر چیزوں کی طرح اِس کو بھی مخفی رکھا ہے۔ مثلاً اس نے اپنی رضا کو طاعات میں مخفی رکھا ہے تاکہ تمام طاعات کی رغبت پیدا ہو، اپنے غضب کو معاصی میں پوشیدہ رکھا ہے تاکہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔ اجابت (قبولیت) کو دُعا میں رکھا ہے تاکہ تمام دعاؤں میں کوشش ہو۔ اسمِ اعظم کو اپنے اسماء میں اس وجہ سے مخفی رکھا ہے تاکہ تمام اسمائے حسنہ سے خیر و برکت حاصل کی جائے۔ صلوٰۃ وُسطیٰ کو اس واسطے مخفی رکھا ہے تاکہ تمام نمازوں کی حفاظت کی جائے۔ قبولِ توبہ کو یوں مخفی رکھا ہے کہ مُکلّف جمیع اقسامِ توبہ پر مواظبت کرے۔ موت کے وقت کو اس سبب سے پوشیدہ رکھا ہے کہ مُکلّف ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رجوع رہے، اسی طرح اس رات کو بھی مخفی رکھا ہے تاکہ رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم و تکریم ہو۔ خصوصاً آخری عشرہ میں اکیس ۲۱، تیئس ۲۳، پچیس ۲۵ ستائیس ۲۷ اور انتیسویں ۲۹ شب میں زیادہ احتمال ہے۔ لہذا ان راتوں میں بہت محنت سے عبادت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ جس قدر طاقت ہو شب بیداری کرے،

نفل نماز پڑھے یا قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ شبِ قدر میں کسی چیز کا نظر آنا ضروری نہیں اور اگر کبھی کوئی نور اور تجلّی نظر پڑے تو کچھ بعید بھی نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جناب باری عزّ اسمُہٗ چونکہ اپنے بندوں کی گناہوں پر دلیری جانتے ہیں اس لیے اگر یہ رات معیّن ہوتی اور لوگ اس رات کو بھی گناہ کرتے تو یہ معصیت باوجود علم کے سخت اور عظیم ہوتی اور وہ سخت عذاب کے مستحق ہوتے جیسے اس رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اسی طرح اس رات کے گناہ کا عذاب بھی ایک ہزار مہینے کے گناہ کے برابر ہوتا سو یہ رؤفُ الرحیم خدائے کریم کی غایت شفقت و عنایت ہے کہ اُس نے اس رات کو مخفی رکھا ہے اور اپنے گنہگار بندوں کو ایک سخت عذاب سے بچا لیا ہے۔

تیسری وجہ اس رات کے پوشیدہ رکھنے کی یہ ہے کہ اس کی تلاش کرنے والے کو جد و جہد، مشقتِ تلاش و جستجو اور اجتہاد کا ثواب ملے۔

چوتھی وجہ یہ کہ طالبِ عبادت اس رات کو پانے کی تلاش میں رہتا ہے اور اس خیال سے کہ شاید یہی رات لیلۃ القدر ہو رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم کرتا ہے اور حتیٰ الامکان عبادتِ الٰہی بجا لاتا ہے۔ ایسے حریص بندوں کی یہ شانِ اطاعت باری تعالیٰ کو بہت پسند آتی ہے اور وہ اپنے فرشتوں سے کہتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! کیا تم نے انہی بندوں پر اعتراض کیا تھا کہ وہ زمین میں فساد کریں گے اور قتل و خونریزی کا ارتکاب کریں گے۔ پس لیلۃ القدر کے ظاہر ہونے میں یہ شان اور خوبی نہ رہتی یہی وجہ ہے کہ لیلۃ القدر کی تعیین میں قدرتی طور پر اختلاف ہوتا ہے اور ہوُا ہے۔

" قرآن مجید لوحِ محفوظ سے سمائے دُنیا پر شبِ قدر میں اُتارا گیا اور شاید اسی شب میں سمائے دُنیا سے پیغمبر اسلام پر اُترنا شروع ہوُا۔ اس رات میں نیکی کرنا ایسا ہے گویا ہزار مہینے تک نیکی کرتا رہا بلکہ اس سے بھی زائد۔ اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل بے شمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اُترتے ہیں تاکہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں اور ممکن ہے رُوح سے مراد فرشتوں کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہو۔ بہر حال اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔ انتظامِ عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدّر ہیں اُن کے نفاذ کی تعیین کے لیے فرشتے آتے ہیں یا مِنْ کُلِّ امر سے امرِ خیر مراد ہو یعنی ہر قسم کے امورِ خیر لے کر آسمان سے اُترتے ہیں۔ وہ رات امن و چین اور دلجمعی کی رات ہے۔ اس میں اللہ والے لوگ عجیب و غریب طمانیت اور لذت و حلاوت اپنی عبادت کے اندر محسوس کرتے ہیں اور یہ اثر ہوتا ہے۔ نزول رحمت و برکت کا جو رُوح و ملائکہ کے توسط سے ظہور میں آتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس رات جبرئیلؑ اور فرشتے عابدین و ذاکرین پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں یعنی اُن کے حق میں رحمت اور سلامتی کی دُعا کرتے ہیں۔ شام سے صبح تک ساری رات یہی سلسلہ رہتا ہے۔ اس طرح وہ پوری رات مبارک ہے۔" (مولانا عثمانیؒ)

شبِ قدر کی خصوصیات

(۱) پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ شبِ قدر میں بنی نوعِ انسان کی ہدایت اور رہبری، نجات و رُستگاری اور فلاح و بہبود کے لیے وہ کتاب مقدس نازل فرمائی جو دین و دُنیا کی فائز المرامی اور شاد کامیوں کی ضامن اور کفیل ہے۔ سبحان اللہ یہ شبِ قدر کی کتنی بڑی خصوصیت اور عظمت و بزرگی ہے۔ اور اس رات کو کتنے اعزاز و احترام کا مستحق بناتی ہے۔

(۲) دوسری خصوصیت۔ لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد گذرا ہے جو رات کو عبادت میں کھڑا رہتا تھا اور سارا دن بھی عبادت میں گذارتا تھا مسلمانوں کو یہ سُن کر تعجب ہوُا اور افسوس کیا کہ ہماری تو عمر بھی اسقدر نہیں جو ہم اس عابد کی عبادت کا مقابلہ کر سکیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ اُمتِ محمدیہ کے لیے لیلۃ القدر کی عبادت ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی زائد ہے۔

(۳) تیسری خصوصیت۔ اس رات میں فرشتے اور جبرئیلؑ اترتے ہیں۔ ملکہ اس لیے نازل ہوتے ہیں کہ اُمتِ محمدیہ کی عبادت اور جد و جہد کو دیکھیں فرشتے تسلیم و زیارت کے لیے نازل ہوتے ہیں۔ جبرئیلؑ مصافحہ کرتے ہیں۔ پس جو ان کا سلام پا لیتے ہیں اُن کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ لیلۃ القدر میں سدرۃ المنتہیٰ کے تمام ملائکہ کو لے کر زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ زمین میں ایک بالشت بھر جگہ خالی نہیں رہتی جہاں فرشتے ساجد اور قائم نہ ہوں۔ مؤمنین اور مؤمنات کے لیے دعا کرتے ہیں۔

بزرگانِ دین نے حضرت جبرئیلؑ کے مصافحہ کرنے کی علامت یہ بتلائی ہے کہ وہ جس وقت مصافحہ کرتے ہیں یکایک دل میں رقّت پیدا ہو جاتی ہے قلب دھڑکنے لگتا ہے۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور عابد اپنے باطن میں وہ کیفیّت اور لذت و سرور محسوس کرتا ہے جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔

(۴) چوتھی خصوصیت شبِ قدر مِنْ کُلِّ امر۔ یعنی تمام امور اس رات میں سرانجام پاتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آیندہ سال کے لیے بارش، موت، زندگی اور رزق وغیرہ تمام امور اللہ تعالیٰ اسی رات میں مقرر فرماتے ہیں۔ نیز لفظ قدر عظمت و بزرگی کے معنی میں بھی مستعمل ہے چونکہ لیلۃ القدر اپنے اندر بے شمار برکات اور شرف و بزرگی رکھتی ہے۔ اس لیے اس کو شبقدر کہا جاتا ہے۔

(۵) پانچویں خصوصیت۔ اس میں شبِ قدر کو سلام کے ساتھ وصف کیا گیا ہے یعنی فرشتے بندوں پر سلامِ خدا پہنچاتے ہیں جیسے آتشِ نمرود سے حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا تھا اور آتش کو گلزار بنا دیا تھا۔

(باقی ص۱۴ پر)

۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت

کے متعلق

مودودی صاحب کا تازہ بہتان

مولانا تاج محمود ایڈیٹر لولاک لائلپور

مولانا تاج محمود لائلپوری علما کے حلقے میں جانی پہچانی شخصیت ہیں آپ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن۔ اور مجلس کے ترجمان ہفت روزہ "لولاک" کے ایڈیٹر ہیں، آپ نے جماعت اسلامی کے سربراہ جناب مودودی صاحب کے ان تازہ ارشادات پر کڑی تنقید کی ہے۔ جو انھوں نے حال ہی میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے بارے میں بہتان طرازی کی ہے۔

جماعت اسلامی کے ترجمان ہفت روزہ 'ایشیا' اور 'آئین' لاہور نے بھی اپنی اشاعتوں میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے بارے میں خلاف واقع اور گمراہ کن باتیں تحریر کی ہیں۔ اس پر اگر ہم گرفت کرتے تو مودودی دشمنی پر محمول کیا جاتا۔ یہاں ہم مجلس تحفظ ختم نبوت کے ممتاز رہنما اور اس جماعت کے ترجمان ہفت روزہ 'لولاک' کے ایڈیٹر مولانا تاج محمود کا وہ اداریہ نقل کرتے ہیں جو انھوں نے 'لولاک' ۲۳۔ اکتوبر کے شمارہ میں شائع کیا ہے۔

آجکل انتخابات کا زمانہ ہے۔ انتخابی رسہ کشی کیوجہ سے سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کا پارہ چڑھا ہوا ہے۔ اور اچھے اچھے ذمہ دار لوگ موجودہ فضا سے متاثر ہو کر انتہائی نامناسب باتیں کہتے پھرتے ہیں۔

تاہم مجلس تحفظ ختم نبوت اور اُس کا ترجمان 'لولاک' اس رسہ کشی میں غیر جانبداری کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اور یہ غیر جانبداری کسی کمزوری یا غرض کیلئے نہیں محض مسئلہ ختم نبوت کی تقدیس کے لئے ہے چونکہ یہ مسئلہ سارے مسلمانوں کا مشترکہ مسئلہ ہے اس لئے ہم اس مقدس پلیٹ فارم کو نہ کسی کے حق میں اور نہ کسی کے خلاف استعمال ہونے دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ اس انتخاب میں وہ لوگ بھی ایک فریق ہیں جنھوں نے اس مسئلہ کیخاطر تحریک تحفظ ختم نبوت میں ہمارے ساتھ بڑی سے بڑی قربانی پیش کی تھی۔ وہ بھی ایک فریق ہیں جنھوں نے فدایان ختم نبوت کے سینوں میں گولیاں مروائی تھیں۔ اور وہ بھی ایک فریق ہیں جو ختم نبوت کی تحریک میں سرکاری گواہ بن گئے تھے۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود مسئلہ کی عظمت اُس کی تقدیس کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے پوری اُمت کا متفقہ مسئلہ بنایا جائے۔ اور جس پلیٹ فارم سے یہ مسئلہ اٹھایا جا رہا ہے، اسے انتخابی کشمکش میں رسوا نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ انتخاب کے سلسلہ میں ہمارا قلم بالکل غیر جانبدار ہے۔ اور ہم نے کسی کی تائید اور کسی کی تردید نہیں کی ہے۔

خصوصاً وہ جماعتیں جو ملک میں اسلامی نظام کی داعی اور آئین شریعت کے نفاذ کی علمبردار ہیں۔ ان کے متعلق ادنیٰ تنقید سے بھی احتراز کیا گیا ہے۔ دینی جماعتوں کے اتحاد کے لئے کلمہ خیر تو بلند کیا گیا ہے۔ لیکن ان کی باہمی چپقلش میں کبھی حصہ نہیں لیا گیا۔

اس تمہید سے غرض یہ ہے کہ جہانتک مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعلق ہے۔ وہ تمام دینی جماعتوں کا احترام کرتی ہے اور انکی باہمی کشمکش میں غیر جانبدار ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ ایسے نازک دور اور پُر آشوب فضا میں مولانا مودودی صاحب نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے متعلق ایک ایسی غیر ذمہ دار بات فرما دی ہے جس کا اگر صحیح جواب دیا جائے، تو نہ صرف یہ کہ ہم غیر جانبدار نہیں رہتے، بلکہ ہمیں اُن کے خلاف ایک فریق کی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس پر خاموش رہیں تو ختم نبوت کے پلیٹ فارم کی تقدیس اور پوری اُمت کے متفقہ مسئلہ کے احترام کے نیک جذبہ کے تحت مولانا صاحب کے بہتان کا کوئی نوٹس نہ لیں تو ان شہیدوں کے خون سے بے وفائی کا ڈر ہے۔ جنھوں نے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لئے اپنے سینوں میں مردانہ وار گولیاں کھائی تھیں۔ اور مولانا مودودی صاحب سمیت تمام فرقوں کے چیدہ علماء پر مشتمل مجلس عمل کے حکم اور کہنے پر گولیاں کھائی تھیں۔

گڑے مُردے اکھاڑنا مولانا مودودی صاحب کی عادت ہے۔ اب سترہ برس کے بعد ایک دفعہ پھر مولانا صاحب نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے متعلق فرمایا ہے۔

"جیل سے باہر آکر ہم نے پھر یہ مطالبہ شدت سے اٹھایا کہ اب قرارداد مقاصد کے مطابق اسلامی دستور بنایا جائے۔ اور خواجہ ناظم الدین مرحوم کے دور وزارت میں دستور کی تیاری بھی شروع ہو گئی۔ تو اس کا راستہ روکنے کے لئے ایک نئی سازش اٹھا کر کھڑی کی گئی اور جماعت اسلامی پر تیسرا حملہ ۱۹۵۳ء میں کر ڈالا گیا۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ ختم نبوت کی تحریک اٹھوائی ہی اس غرض کے لئے گئی تھی کہ مطالبۂ نظام اسلامی کو روکا جائے۔ منیر رپورٹ سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو گئی ہے۔ اس موقعہ پر ختم نبوت کے لیڈروں کو بہتیرا سمجھایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ خدا کے لئے ایک مرتبہ دستور پاس ہو جانے دو۔ اس کے بعد تم اس مسئلے کو اٹھا سکتے ہو۔ خواجہ ناظم الدین کی رپورٹ تیار ہو چکی تھی۔ دستور پاس ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہ تھی۔ صرف اتنا کام باقی تھا کہ دستور ساز اسمبلی میں بنیادی اصولوں کی رپورٹ پیش ہو۔ اور دستور پاس ہو جائے لیکن عین وقت پر ہنگامہ برپا کر دیا گیا۔ خواجہ ناظم الدین کی رپورٹ دھری کی دھری رہ گئی۔ لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ خواجہ ناظم الدین وزارت عظمےٰ سے رخصت کر دیئے گئے۔ بیورو کریسی اس طرح ملک کے سینے پر سوار ہو گئی۔ کہ آج تک اس سے پیچھا نہیں چھڑایا جا سکا۔"

یہ ہیں حضرت مولانا مودودی صاحب کے خیالات اور ارشادات تحریک تحفظ ختم نبوت کے متعلق جو انھوں نے عین اسوقت فرمائے ہیں جب انتخابی مہم شروع ہے اور پہلے ہی ملک کی تقریباً تمام دینی جماعتیں ان کے خلاف برسرِ پیکار یا متفق نہیں ہیں۔

مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا یہ عجیب فلسفہ ہے کہ ان کے منہ میں جو آجائے کہہ دیتے ہیں خواہ وہ عصر حاضر کے علمائے کرام

کے خلاف ہو یا قرونِ اولیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کے خلاف۔ اور ان کا ہر اناپ شناپ کہا ہوا اسلام کی خدمت اور اتحادِ اسلامی کی سعی ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان کے متعلق کہا جائے، انھیں انکی ان بیہودگیوں پر ٹوکا جائے تو شور مچانے لگ جاتے ہیں۔ کہ جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی کی مخالفت کرکے اسلامی نظام کی دعوت اور مطالبہ کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ اور اتحادِ اسلامی کو پارہ پارہ کیا جا رہا ہے۔ یعنی افتراق و انتشار کی جو کوشش جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی کی طرف سے ہو، وہ خدمتِ اسلام ہے اور دوسرے اگر جائز کلمۂ خیر بھی بلند کریں تو وہ اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش قرار پا جاتی ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوّت کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کوئی سازش تھی۔ اور اسلامی نظام کی دعوت مطالبہ یا اُس کے متعلق جو کوشش ہو رہی تھی اُسے سبوتاژ کرنے کے لئے شروع کی گئی تھی، یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو مرزائیوں کا کھلا ہوا ایجنٹ ہو۔ یا جس کا سینہ نورِ ایمان سے بالکل خالی ہو۔

مرزائیوں کی تحریک جس طرح شروع ہوئی، ان حالات کو دیکھنے والے، جاننے والے اور اُن سے گزرنے والے ابھی کروڑوں مسلمان زندہ ہیں۔ وہ تحریک کسی ایک رات میں منظم نہیں ہوئی تھی، بلکہ سالہاسال سے اس کا پرچار ہو رہا تھا۔ تنظیم ہوتی رہی۔ مرزائیوں کی جارحانہ تبلیغی سرگرمیوں، مرزائی افسروں کی چیرہ دستیوں اور حکومت کی اس سلسلہ میں مجرمانہ خاموشی نے حالات کو بتدریج اس نہج پر پہنچا دیا کہ لوگ یہ محسوس کرنے لگے کہ شاید یہ ملک ہی مرزائیوں کے لئے بنایا گیا ہے۔

یہاں تک کہ مرزا محمود احمد نے اعلان کیا کہ

"وقت آپہنچا ہے کہ مرزائی مولویوں کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ ملا مودودی، ملا احتشام الحق، عطاء اللہ شاہ بخاری ملا بدایونی اور ملا شفیع سے"

۱۹۵۲ء میں اُس نے اعلان کیا کہ:۔

"۱۹۵۲ء گزرنے سے پہلے ہمارے دشمن ہمارے قدموں پر گرنے پر مجبور ہو جائیں گے"

پھر جس رپورٹ پر مولانا مودودی صاحب کو بہت ناز ہے، اس میں مرزائیوں کو مسلمانوں میں شامل کر لیا گیا تھا۔

ان حالات نے جو سالہاسال کی جدوجہد کے بعد پیدا ہوئے تھے صرف احرار ہی کو نہیں دیوبندیوں بریلویوں، اہلحدیثوں اور شیعوں کو مجبور کیا، کہ وہ جمع ہوں اور ایک پلیٹ فارم سے مل کر اس فتنہ کی بیخ کنی اور سرکوبی کی کوشش کریں۔ مجلسِ عمل بنی اور مولانا مودودی اس مجلسِ عمل کے رکن ٹھہرے۔ اس مجلسِ عمل نے کراچی میں اجلاس کرکے متفقہ طور پر حکومت کو نوٹس دیا کہ مطالبات تسلیم کرو ورنہ تمہارے خلاف ایک ماہ بعد ڈائرکٹ ایکشن کیا جائے گا۔

مولانا مودودی صاحب اس اجلاس میں موجود اور اس نوٹس دینے میں شامل تھے۔ حکومت نے مطالبات تسلیم نہ کئے۔ ایک ماہ بعد دوبارہ مجلسِ عمل کی میٹنگ کراچی میں ہوئی۔ اگرچہ مولانا مودودی خود تو اس میٹنگ میں حاضر نہ تھے، لیکن ان کا ذمہ دار نمائندہ مولانا سلطان احمد امیر جماعتِ اسلامی کراچی اس اجلاس میں موجود تھا۔ اس اجلاس میں تحریک شروع کرنے کا بالاتفاق فیصلہ ہوا اور قرار پایا کہ ۵۔۵ رضاکاروں کے جتھے خواجہ ناظم الدین وزیرِ اعظم اور غلام محمد گورنر جنرل کی کوٹھیوں پر جائیں گے اور ان سڑکوں سے جائیں گے، جو زیادہ پُر رونق اور زیادہ ٹریفک کی وجہ سے مصروف نہ ہوں۔ جماعتِ اسلامی کے نمائندے نے اصرار کیا کہ جتھے شہر کی پر رونق اور مصروف سڑکوں سے جانے چاہئیں۔ اور اس سلسلہ میں ہم بھی رضاکار فراہم کریں گے۔

اگلی صبح کو تحریک کے سارے لیڈر گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن جماعتِ اسلامی کا کوئی رہنما گرفتار نہ ہوا۔ تحریک شروع ہونے کے تین روز بعد ہمیں معلوم ہوا کہ جماعتِ اسلامی تو تحریک کے ساتھ ہی نہیں ہے۔

مارچ کے پہلے ہفتہ میں لاہور گورنمنٹ ہاؤس میں گورنر صاحب نے معززینِ شہر کی ایک میٹنگ بلائی اور اُن سے درخواست کی گئی کہ تحریک کو بند کرانے میں گورنمنٹ سے تعاون کریں۔ مولانا مودودی صاحب نے اس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ گورنمنٹ کے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو مطالبات تسلیم کرے یا سختی سے تحریک کو کچل دے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ حکومت "قادیانی مسئلہ" نامی ایک پمفلٹ کی اشاعت کے سلسلہ میں (نہ کہ تحریک ختمِ نبوّت کے سلسلہ میں) مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو بھی پکڑ لیا ہے مولانا کو سزائے موت ہوئی اور تحریک کے لیڈروں کے خلاف تحقیقاتی عدالت میں سرکاری گواہ کی حیثیت سے شہادتیں دیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ اب سترہ برس بعد مولانا نے تحریکِ ختمِ نبوت کو اسلامی نظام کے خلاف سازش قرار دیا ہے۔ حالانکہ تحریک ختم نبوت کو اسلامی نظام کی جدوجہد کیخلاف سازش قرار دینا ایسا ہی ہے، جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ مولینا مودودی پاکستان سے پہلے تحریکِ پاکستان کے مخالف تھے اور اب پاکستان بن جانے کے بعد انہوں نے پاکستان کو مٹانے کے لئے سازش کی ہوئی ہے اور اس سازش کے تحت یہاں اسلامی تحریک شروع کئے ہوئے ہیں۔

سرکاری ملازمین ڈاک کے ذریعے ووٹ ڈال سکتے ہیں

جو سرکاری ملازمین پولنگ کے روز کسی ڈیوٹی پر تعینات ہوں اور ان کا فارغ ہونا از قبیل محالات ہو۔ انہیں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے آرڈی ننس مجریہ ۱۹۷۰ء کے تحت ڈاک کے ذریعے ووٹ ڈالنے کی سہولت ہو گی۔ ان میں مسلح افواج، سرکاری عہدیداران ان کی بیویاں اور قیدی وغیرہ شامل ہیں۔

اس سہولت سے وہ افراد بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جنہیں الیکشن کے سلسلہ میں کسی ایسے پولنگ اسٹیشن پر متعین کیا ہو گا جہاں ان کا ووٹ درج نہیں ہے۔ ایسے افراد کے لئے قانونی طور پر ضروری ہو گا کہ وہ اپنے حلقہ کے ریٹرننگ آفیسر کو (جہاں اُن کا ووٹ درج ہو) ۲۵ر اکتوبر سے قبل یا ۲۵ر اکتوبر تک پوسٹل بیلٹ کے لئے درخواست دیں۔ تاہم انتخابی ڈیوٹی پر افراد اس وقت بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ جب ان کی تقرری پریزائیڈنگ یا پولنگ آفیسر کی حیثیت سے کسی جگہ کر دی جائے۔

ہر ایسا فرد اپنی درخواست میں اپنا نام و پتہ اور فہرست میں اپنے ووٹ کا نمبر لکھے گا۔ ایسے تمام ووٹروں کو جو پوسٹل ووٹ دینے کے مجاز ہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ رجسٹریشن افسروں یا یونین کونسل کے دفاتر سے اپنے نام اور ووٹ نمبر کی تصدیق کر لیں۔ ان لوگوں کو اپنی درخواستیں ایک سادہ کاغذ پر بند لفافے میں دینی ہوں گی۔

(سید اے آر جعفری ناظم شعبہ انتخابات)

"اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی!"

حضرت سعید بن جبیر (رضی اللہ عنہ)

مرتبہ: سعید الرحمٰن، لائلپور

علماء حق کا ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ سلطان جابر اور حاکم قاہر کے سامنے حق گوئی و بے باکی سے کام لیتے رہے ہیں اعلاء کلمۃ الحق میں انہیں کوئی دھمکی، کوئی لالچ اور کوئی اذیت جادہ مستقیم سے ڈگمگا نہیں سکی۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ حجاج بن یوسف اور تیمور ایسے قہار و جبار حکمرانوں کے رو برو علماء حق نے پوری جرأت ایمانی سے کلمۃ الحق کہا۔ اور جلاد کی شمشیر برہنہ سامنے دیکھ کر بھی ان کے پائے استقلال میں کسی قسم کی لغزش پیدا نہ ہوئی۔ بلکہ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے رہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حجاج کو خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا —— آپ غضب آلود ہو کر برملا فرمانے لگے۔

"خدا کا دشمن! خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو اس نے حلال کیا، خدا کے گھر کو خراب کیا اور خدا کے دوستوں کو قتل کیا۔"

حجاج نے اپنی نسبت یہ کلمات سنے تو دریافت کیا یہ کون ہے؟ کسی نے جواب دیا؟ عبداللہ بن عمرؓ"— یہ سنتا تھا کہ حجاج آگ بگولا ہو گیا۔ آپ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "بڑے میاں! تم سٹھیا گئے ہو۔ اب تمہارے حواس بجا نہیں رہے"۔ کمبخت منبر سے اترا تو دل میں کدورت کا طوفان موجزن تھا اپنے ایک ملازم کو اشارہ کیا اس نے زہر میں بجھا ہُوا نیزہ ابنِ عمرؓ کے پاؤں پر دے مارا — اس ہتھیار کی سمیت سے ہی ابنِ عمرؓ نے وفات پائی — حجاج نے جب ابن عمرؓ کی شدید علالت کی خبر سنی تو یہ شقی القلب انسان جو ان کی شدید علالت کا خود ہی سبب بنا تھا عیادت کے لیے آیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے نہ سلام کا جواب دیا اور نہ ہی بات کی چنانچہ جیسا منہ لے کر آیا تھا اسی منہ سے واپس چلا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اہلِ حق علماء کو ان کی حق پرستی نے اس قدر مضبوط کر دیا تھا اور خوفِ غیراللہ سے اس حد تک خالی کر دیا تھا کہ وہ کسی جابر و قاہر کی دھمکی سے مرعوب اور خوف زدہ نہیں ہوتے تھے اور جسے حق سمجھتے تھے اس کا اظہار کرنے سے ہچکچاتے نہیں تھے۔

یہ مسلک تھا ان اہل حق کا کہ اللہ کے فضل و کرم پر نظر رکھو موت سے نہ ڈرو اور حق بات کہنے سے کبھی نہ ہچکچاؤ۔ یہی مسلک علماء حق کا تھا کہ جنہوں نے کشتِ اسلام کی آبیاری کی اور اسلام کے نام کو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں بلند و بالا رکھا ان علماء حق میں سے جنہوں نے تشدد سلاطین کے مقابلہ میں اعلاءِ کلمۃ الحق کیا۔ جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیرؓ کا نام سرِفہرست ہے۔ حکومت بنی امیہ آپ کی سخت مخالف تھی۔ ان کی حق گوئی کی وجہ سے گرفتاری کے احکام جاری ہو چکے تھے — یہ مکہ معظمہ پہنچے تو والیٔ مکہ نے آپ کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ حجاج جفا جو کو ایک بہانہ ہاتھ آیا۔ اس نے سب سے پہلے آپ کا نام دریافت کیا آپ نے جواب دیا مجھے سعید بن جبیر کہتے ہیں۔ حجاج اس وقت سخت غصہ میں تھا اس لیے اس کو ان کے نام کے اچھے الفاظ بھی تلخ معلوم ہوتے اور جوش غضب سے آگ بگولا ہو کر کہنے لگا۔

اَنْتَ شَقِیُّ بِنْ کُسَیْر۔

حضرت سعیدؓ نے جواب دیا۔ میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھی۔ حجاج اس پر اور بگڑا اور کہا شقیت امک و شقیت انت — سعید نے برجستہ جواب دیا۔ غیب کا جاننے والا تیرے سوا اور ہے۔

حجاج جل کر بولا۔ "دیکھو میں تم کو دنیا کے بدلے کس شعلہ فشاں کے سپرد کرتا ہوں"۔

سعید: "اگر میں یہ جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو میں تجھ کو اپنا معبود بنا لیتا"۔

اب حجاج نے جو ان کے قتل کے لئے کوئی بہانہ ڈھونڈ رہا تھا ان سے ایسے مذہبی سوالات کرنے شروع کئے جو سیاسی پہلو لئے ہوئے تھے۔

حجاج: آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت تمہارا کیا قول ہے؟

سعید: آپؐ نبی رحمت اور امام ہدیٰ تھے۔

حجاج: خلفاء کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

سعید: لستُ علیهم بوکیل۔ میں ان پر داروغہ نہیں ہوں۔

حجاج: ان میں کون سب سے بہتر تھا؟

سعید: ارضاهم لخالق۔ جو اللہ کی مرضی کا سب سے زیادہ پسند کرنے والا تھا۔

حجاج: وہ کون تھا؟

سعید: اُس کو وہ خوب جانتا ہے جو ان کے بھیدوں اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔

غرضیکہ ایک عرصہ تک حجاج اس قسم کے سوالات کرتا رہا۔ لیکن حضرت سعید نے کوئی ایسا موقعہ نہ دیا۔ کہ وہ گرفت کر سکتا۔ بلکہ وہ اپنے صاف صاف نپے تلے جوابوں سے حجاج کی برہمی بڑھاتے رہے۔ آخر حجاج نے کھسیانہ ہو کر دریافت کیا۔

"سعید! بتا میں تجھ کو کس شکل میں قتل کروں؟"

سعید: جس طرح تجھ کو خود قتل ہونا

پسند ہو۔"

حجاج: کیا تم کو معاف کر دوں؟

سعید: معافی ہو تو خدا کی طرف سے ہو، رہے تم، تو تم نہ کسی کو بری کر سکتے ہو اور نہ کسی کا عذر قبول کرنے کی جرأت رکھتے ہو۔"

اس بحث کے بعد حجاج نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ جب ان کو باہر لایا گیا تو حجاج اپنی انتہائی طاقت خرچ کر چکا تھا لیکن اس مرد قلندر کے ماتھے پر بل تک نہیں آیا تھا۔ باہر آکر سعیدؓ ہنسنے لگے۔ حجاج کو خبر ہوئی تو اس پر اس نے پھر اندر بلایا اور ہنسی کی وجہ دریافت کی۔

سعید: میں اس لئے ہنسا۔ کہ مجھے خدا کے مقابلہ میں تیری جرأت پر اور تیری نسبت خدا کے حلم پر تعجب ہوا۔

حجاج اس فقرے کو سن کر بھڑک گیا۔ اور جلادوں کو حکم دیا کہ اس کی گردن میرے سامنے مار دو۔

اب ابن جبیر شہادت کے لئے مستعد اور قبلہ رو ہو گئے۔

حجاج: اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو۔

سعید: جدھر تم منہ کرو ادھر ہی اللہ ہے۔

حجاج: اسے اوندھا لٹا دو۔

حجاج نے ان کی سیف زبانی اور حق گوئی سے تنگ آکر جلادوں کو حکم دیا جلد اپنا کام کرو۔

سعید: "حجاج! سن لے کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں ــ میری جان تو لے لے لیکن جب میدان حشر میں تو مجھ سے ملے گا تو میں تجھ سے بدلہ لے لوں گا۔"

حضرت ابن جبیرؓ ابھی یہ الفاظ پورے طور پر ادا بھی نہ کرنے پائے تھے کہ جلاد کا ہاتھ اٹھا اور ایک ہی وار میں سر تن سے جدا کر دیا۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

قتل کے بعد سعید بن جبیرؓ کے جسم سے خلاف معمول خون بہت زیادہ نکلا جس سے حجاج سفاک کو بھی تعجب ہوا۔ اپنے طبیب خاص تیا ذوق کو بلا کر وجہ دریافت کی۔ تیا ذوق نے جواب دیا چونکہ سعید بن جبیرؓ بالکل مطمئن تھے اور ان کے دل پر کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ اس لئے خون اپنی اصلی مقدار میں قائم رہا۔ حالانکہ دوسرے مقتولین کا خون ہیبت اور خوف سے پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ کو شعبان ۹۵ھ میں شہید کیا گیا۔ اور رمضان میں حجاج بھی راہئ ملک عدم ہو گیا۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

اہل حق کی یہی قربانیاں تھیں کہ جنہوں نے ستر برس کے اندر اندر بنی امیہ کی مستقل و مستحکم حکومت کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

بقیہ: لیلۃ القدر

اسی طرح امت محمدیہ پر اس رات میں عبادت کرنے والوں پر آتش دوزخ حرام ہو گی اور وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور پرنور سے پوچھا کہ مجھے کوئی خاص دعا بتایئے جو شب قدر میں پڑھا کروں۔ آپ نے یہ دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ اے اللہ! تیرا نام عفو ہے اور تو معافی کو محبوب رکھتا ہے۔ سو اپنے کرم سے مجھے معاف کر دے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اس رات کی دعا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ یہ برکت، سلامتی اور امن و امان والی رات ہے۔

یاد رکھو مسجدوں کی حقیقی آبادی اور اصلی رونق ذکر الٰہی اور عبادت و ریاضت سے ہے۔ پس اگر رمضان کی ستائیسویں شب کا واقعی احترام کرنا چاہتے ہو تو اس طرح کہ ہر مسجد، ہر گھر اور ہر بستی ذاکروں عابدوں سے معمور ہو ہر شخص دعا، استغفار و اشغال میں مصروف نظر آئے فضائے آسمانی تمہارے لاہوتی نغموں سے گونج اٹھے تاکہ آسمانوں سے نور کی بارش ہو اور زمین تمہارے لیئے اپنے دفینے اُگل دے۔

یہ وہ رات ہے جس میں بستان رحمت کے گلہائے نو شگفتہ اپنی مہک بیزی سے مشام عالم کو معطر کرتے ہیں۔ یہ وہ رات ہے جس رات معصوموں کا سردار۔ قدسیوں کا تاجدار روح الامین معہ ملائکۂ سماء و سبوحیان عرش بریں محبوب خدا کے لاڈلوں کی زیارت کو آتا ہے۔ مصافحہ فرماتا ہے۔ مغفرت کی بشارت سُنا کر عاشقان سید الانس والجان کو فرط مسرت سے رُلاتا اور از خود رفتہ بناتا ہے۔ اللہ اللہ کیسی پیاری رات ہے کہ رب جلیل اپنا کرم خاص بندوں پر فرما کر غروب آفتاب سے طلوع فجر تک برابر محبت بھری صداؤں میں اپنے بندوں کو پکارتا ہے کیا ہے کوئی۔ جو ہم سے بخشش طلب کرے اور ہم بخشیں، کیا ہے کوئی جو رزق مانگے اور ہم اُسے عطا فرمائیں کیا ہے کوئی جو صحت کا طالب ہو اور ہم اُسے شفا دیں، کیا ہے کوئی جو یہ مانگے وہ مانگے اور ہم اُسے دیں۔

اور حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو کائنات رُوحانی کے باشندے، بادۂ عرفان کے متوالے محبوب حقیقی کے طلبگار، مطلوب حقیقی کے نثار، شمع جمال کے پروانے، نور حبیب کے دیوانے اس رات کے لیے بیتاب رہتے ہیں۔ کس رات کے لیے؟ اُس رات کے لیے، جس رات حسن ازل اپنی جلوہ آرائیاں دکھاتا ہے۔ جس رات فردوس بریں کی رُوح پرور ہوائیں چلتی ہیں۔ جس رات آسمانی فضاء سے روحانی بارشیں ہوتی ہیں جو مادی کائنات کو نہلا دھلا کر صاف ستھرا بنا کر خلعۂ مغفرت زیب تن کر کے اہل بنا دیتی ہیں۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

آبادکاری اور ان کی زندگی پر مرکوز ہے۔ اور مشرقی پاکستان کی تمام سیاسی و مذہبی جماعتیں اور رفاہ عامہ کے ادارے شب و روز مصیبت زدہ لوگوں کی امداد میں صرف کر رہے ہیں۔ ایسے ناگفتنی اور سنگین حالات میں عید کی تیاریاں اور انتخابات کی گہما گہمیاں قطعاً بے موقع دکھائی دے رہی ہیں۔

اسلامی حمیت کے ساتھ ساتھ انسانی اخلاق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مصیبت کے وقت پہلے دکھوں کا مداوا کرنا چاہیے اور دیگر مصروفیات کو ملتوی کر دینا چاہیئے۔

چنانچہ اس انسانی اور اخلاقی تقاضے کے تحت ضروری ہے کہ عیدالفطر کے موقع پر صرف کی جانے والی تمام رقوم مصیبت زدہ انسانوں کی امداد کے لئے مختص کر دی جائیں اور انتخابات کو دو ماہ کے لئے ملتوی کرکے اس میں صرف ہونے والی رقوم بھی اسی فنڈ میں جمع کرا دینی چاہئیں۔ ملک کو انتخابات کی نہیں زندگی کی ضرورت ہے۔ اگر ملک کی نصف آبادی موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو تو باقی نصف آبادی کے لئے عید اور انتخابات کی مسرتوں میں دلچسپی حمیت اسلامی اور انسانی اخلاق و شرافت کے خلاف محسوس ہوتی ہے ــــ اور اگر انتخابات ملتوی نہ کئے گئے تو مشرقی پاکستان کا پورا علاقہ انتخابات سے عملاً کنارہ کش رہے گا۔ ایسے انتخابات کے تحت قائم ہونے والی اسمبلی اور حکومت ہرگز عوامی کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔

مولانا حافظ حمید اللہ کا سانحۂ ارتحال

مولانا محمد اکرمؒ اور شیخ الفقہ مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے سانحۂ ارتحال کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس ناگہانی خبر نے دینی حلقوں میں رنج و غم کی زبردست لہر دوڑا دی کہ شیخ التفسیر، ولی کامل، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادہ مولانا حافظ حمید اللہ بھی چند روز صاحب فراش رہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

مولانا حافظ حمید اللہ زہد و تقویٰ، علم و فضل اور للّٰہیت کا ایک پیکر تھے۔ اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کی عدم موجودگی میں درس قرآن مجید، مجلس ذکر اور خطبۂ جمعۃ المبارک کے فرائض وہی انجام دیتے تھے۔ نہایت مرنجاں مرنج اور کم گو تھے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی عادات و اطوار کا مظہر اور نیک صفات سے متصف کیا تھا۔

حضرت شیخ التفسیرؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ انور جانشین مقرر ہوئے تھے اور مولانا حمید اللہ مصری شاہ لاہور میں واقع حضرت شیخ کی تعمیر کردہ جامع مسجد عظمت اسلام کے نگران اور خطیب مقرر ہوئے تھے۔ قریباً ایک ماہ کا عرصہ ہوا کہ ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہو کر میو ہسپتال میں داخل ہو گئے کچھ افاقہ ہوا تو معلوم ہوا کہ دل بڑھ گیا ہے ایک روز عارضۂ قلب کا شدید حملہ ہوا تو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت شیخ التفسیرؒ کی طرح مولانا حمیداللہ کا بھی ۱۷ر رمضان المبارک کی رات کو انتقال ہوا اور ۱۷ر رمضان المبارک کو والد بزرگوار حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

نماز جنازہ حضرت مولانا عبیداللہ انور نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کرکے دعائے مغفرت کی، جن میں مختلف دینی و سیاسی جماعتوں کے ممتاز رہنما، جلیل القدر علماء کرام، حضرت لاہوریؒ کے مریدین، معتقدین اور دیگر معززین حضرات شریک تھے۔

مولانا حمید اللہؒ کے برادران میں سے حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہیں اور مولانا عبیداللہ انور امیر انجمن خدام الدین و امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان اہم دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا حافظ حمیداللہ مرحوم کے پسماندگان میں سے بیوہ کے علاوہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مولانا حافظ حمیداللہ کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر و تحمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(ادارہ)

جمعیۃ علماء اسلام

قومی اسمبلی کے امیدواروں کا تعارف

رینالہ خورد میں جمعیۃ کے امیدوار اسمبلی

سید مقبول حسین شاہ ایڈووکیٹ امیدوار قومی اسمبلی حلقہ نمبر۴ اوکاڑہ رینالہ چوچک

سید مقبول حسین شاہ جالندھر کے مہاجر ہیں۔ تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ چنانچہ خضر وزارت کے خلاف ایجی ٹیشن کے دوران آپ کو ڈسٹرکٹ جیل جالندھر میں قید کر دیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستانی فضائیہ میں بھرتی ہوئے اور بارہ سال تک خدمات سرانجام دیتے رہے دوران ملازمت بی۔اے تک تعلیم حاصل کی فضائیہ کی ملازمت کے بعد قانون کی تعلیم حاصل کی اور کمرشل آڈٹ ڈیپارٹمنٹ میں اڈیٹر رہے۔ ۱۹۶۴ء میں اوکاڑہ میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں دوبارہ فضائیہ میں چلے گئے۔ اور ۱۲۰ دن تک خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۶۹ء میں ایوبی آمریت کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی حلقہ نمبر۴ اوکاڑہ رینالہ چوچک سے انتخاب لڑ رہے ہیں۔ انشاء اللہ جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین کی رہنمائی میں ملک میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام بنوں کے امیدوار اسمبلی

جمعیۃ علماء اسلام نے ضلع بنوں سے قومی اسمبلی کی واحد نشست کے لیے حضرت مولانا صدر الشہید صاحب کو امیدوار نامزد کیا ہے۔

آپ علاقہ سورانی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ آپ کے والد نے انگریزوں کے خلاف تحریک میں بڑھ کر حصہ لیا۔ جس پر آپ کو قید کر لیا۔ آپ کے والد کو قید کرنے کے بعد آپ نے سہارنپور کا رُخ کیا اور آپ نے وہاں پر کافی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اس کے بعد آپ بنوں تشریف لائے اور علاقہ طغل خیل میں دس سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ نے بنوں شہر میں حضرت مولانا عجب نور صاحب کے ساتھ مدرسہ معراج العلوم کی بنیاد رکھی۔ آپ اس کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ مولانا عجب نور صاحب کی وفات پر آپ کو مدرسہ کا مہتمم بنایا گیا اور ابھی تک آپ اس عظیم درسگاہ کے مہتمم ہیں۔ یاد رہے کہ مدرسہ معراج العلوم ڈویژن بھر میں بڑی درسگاہ ہے۔ جس سے ہر سال بیسوں طلباء فراغت حاصل کرتے ہیں اسی وجہ سے بنوں میں اکثر علماء اسی مدرسہ کے فارغ شدہ ہیں۔ جس کی وجہ سے جمعیت کا کافی اثر ہے اور کامیابی یقینی ہے۔

جمعیت علماء اسلام نے صوبائی اسمبلی بنوں کی سیٹ نمبر ایک پی ایف ۳۰ کے لیے حضرت مولانا محمد یعقوب کو ٹکٹ دیا ہے۔

آپ ایک معزز گھرانا کے فرد ہیں اور آپ علاقہ نوجڑی کے رہنے والے ہیں۔ آپ بھی دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ بنوں کے علاقہ میں جہاں کہیں بھی کسی میں کسی قسم کا تنازعہ پیدا ہو جائے تو شرعی فیصلہ کے لیے آپ کو بُلایا جاتا ہے۔ آپ کا علاقہ میں کافی اثر و رسوخ ہے۔ آپ نے انگریز کے خلاف تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ آپ آج کل علاقہ تورڑ کی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ وہاں پر آپ کے ساتھ کافی طلبا ہیں جو تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

جمعیت علماء اسلام نے صوبائی اسمبلی بنوں کی سیٹ نمبر پی ایف ۳۱ کے لیے مولانا عبد الصمد کو ٹکٹ دیا ہے۔

آپ علاقہ سورانی کے معزز گھرانا کے رہنے والے ہیں۔ آپ میٹرک اور مدرسہ سراج العلوم کے فارغ شدہ ہیں۔ آپ غازی بھی ہیں۔ آپ کے والد حاجی فیض اللہ خان عرف فیضل استاذ جی۔ انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے وزیرستان کے محاذ پر فقیر ایپی کی معیت میں شہید ہوئے تھے۔ انگریز نے آپ کے گھروں کو بمباری کر کے اڑا دیا تھا اور آپ کی ساری جائیداد ضبط کر لی تھی۔ آپ اپنے بچوں کو بھی وزیرستان لے گئے تھے آپ اس علاقہ میں بے حد مقبول ہیں۔

جمعیت علماء اسلام نے بنوں ڈیرہ مشترکہ صوبائی سیٹ کے لیے رئیس المبلغین حضرت مولانا الحاج احمد جان صاحب غزنی کو ٹکٹ دیا ہے۔

آپ علاقہ مروت سکنہ غزنی خیل کے ایک معزز گھرانے کے فرد ہیں۔ آپ دیوبند کے فارغ التحصیل اور انگریزی تعلیم تقریباً مڈل تک ہے۔ آپ نے اپنی ساری عمر تبلیغ میں گذاری ہے۔ آپ نے اندلس سے اٹلانٹا اور افریقہ عرب اور دیگر کئی ملکوں میں تبلیغ کی ہے۔ آپ نے ہندوستان پاکستان جنگ میں سب سے زیادہ دفاع پاکستان فنڈ کے لیے چندہ جمع کیا ہے۔ آپ نے انگریز کے لیے اس وقت کی علماء کی تحریکوں میں بڑھ کر حصہ لیا ہے۔ آپ اپنے علاقہ بلکہ پاکستان بھر کے دیندار مسلمانوں میں مقبول ہیں۔ آپ ایک اچھے مقرر بھی ہیں۔

مودودی صاحب اور ان کی جماعت نے متحدہ اسلامی محاذ سے بھی غداری کا مظاہرہ کر دیا

جماعت اسلامی خاص دباؤ اور مصلحت کے تحت اسلامی متحدہ محاذ سے فرار ہوئی ہے۔

وہ تین حلقوں میں کنونشن لیگ کے اُمیدواروں کی حمایت بھی کر رہی ہے۔ نوابزادہ نصراللہ خاں

اسلامی متحدہ محاذ کے کنوینئر اور مغربی پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر نوابزادہ نصراللہ خاں نے کہا ہے کہ "اگر امیر جماعت اسلامی رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں حلفاً یہ اعلان کر دیں کہ انہوں نے جمہوری پارٹی کے نمائندوں کو میجر جنرل سرفراز خاں کی حمایت کا یقین نہیں دلایا تھا تو پاکستان جمہوری پارٹی لاہور کے حلقہ ۳ سے اپنے امیدوار کا نام واپس لے لے گی"۔

نوابزادہ نصراللہ خاں نے آج اپنی پریس کانفرنس میں پانچ صفحات پر مشتمل ایک تیار بیان تقسیم کیا۔ جس میں محاذ سے جماعت اسلامی کی مبینہ بد عہدی کی متعدد مثالیں دی گئی ہیں اور جماعت پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ کسی "خاص دباؤ اور مصلحت" کے تحت محاذ کی دوسری جماعتوں کا سامنا کرنے سے گریز کر رہی ہے بیان کا مکمل متن یہ ہے!

پچھلے کئی روز سے اسلامی متحدہ محاذ کے بارے میں انتہائی افسوسناک اور ناگوار بحث چھڑ چکی ہے۔ یہ امر میرے لیے بیحد رنجیدہ ہے کہ میں ایک ایسی جماعت اور اس کی قیادت کے بارے میں حقائق منظرِ عام پر لانے کے لیے مجبور ہوا ہوں جس کے ساتھ ایوبی آمریت کے دوران میں نے شانہ بشانہ کام کیا اور قومی جمہوری محاذ سے لے کر جمہوری مجلس عمل تک جن کی رفاقت مجھے میسر رہی۔ ملک میں دوبارہ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد بھی اس جماعت کے محترم قائدین کے ساتھ باہمی تعاون کا جذبہ نہ صرف برقرار رہا۔ بلکہ اسلامی متحدہ محاذ کی صورت میں اُسے اور زیادہ منظم اور مربوط بنا دیا گیا۔ محاذ کی تشکیل کے وقت میں نے پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ یہ انتخابی اتحاد نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد انتخابات کے بعد بھی کامل یک جہتی اور ہم آہنگی سے آئین سازی کے مراحل کو طے کرنا ہے۔ محاذ کی طرف سے آئین سیاسی اور اقتصادی مسائل کے متعلق ایک مبسوط پروگرام بھی قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ محاذ میں شامل جماعتوں نے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے امیدواروں کے انتخاب کے بارے میں بالاتفاق طریق کار منظور کیا اور اس طریق کار کو بھی بغرض اشاعت پریس کے حوالہ کر دیا گیا۔ حال ہی میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی نے لاہور کے قومی اسمبلی کے انتخابی حلقہ نمبر تین کے بارے میں محاذ کو نظر انداز کرتے ہوئے ثالثی کی جو تجویز امیدواروں کے سامنے پریس کے ذریعے رکھی اور کچھ روز کے بعد خود ہی جو فیصلہ صادر فرمایا۔ اس سے محاذ کے ارکان کو ناقابل بیان صدمہ پہنچا اور محاذ کے مستقبل کے بارے میں عوام میں فطری طور پر تشویش پیدا ہوئی۔ مزید براں قیم جماعت اسلامی پاکستان چوہدری رحمت الٰہی نے ایک اخباری بیان میں محاذ میں شامل ایک جماعت پاکستان جمہوری پارٹی پر بد عہدی کا سنگین الزام عائد کیا۔ دوسری جماعتوں کی بے حسی کی شکایت کی اور ساتھ ہی محاذ سے لاتعلقی کا بھی اعلان فرمایا ان حالات میں محاذ کے ارکان کے لیے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ تمام حقائق عوام کے سامنے پیش کر دیئے جائیں اور یہ مسئلہ ان کی بصیرت پر چھوڑ دیا جائے کہ انتخابی مصلحتوں کی خاطر محاذ کے مقاصد کے ساتھ کس جماعت نے بیوفائی کی ہے۔

فہرستوں کا تبادلہ

جولائی ۱۹۷۰ء کے شروع میں جماعت اسلامی نے مشرقی اور مغربی پاکستان سے اپنے نمائندوں کی تعداد کا اعلان کیا اور جب ان سے کہا گیا کہ امیدواروں کا اعلان باہمی مشورہ سے ہونا طے پایا تھا تو انہوں نے واضح طور پر یقین دہانی کرائی کہ انہوں نے ناموں کا اعلان دانستہ نہیں کیا اور افہام و تفہیم کے بعد آخری فہرست شائع کی جائے گی لیکن درحقیقت اس وقت سے جماعت نے اپنے امیدواروں کی انتخابی مہم شروع کر دی تھی۔ جنرل سرفراز خاں نے لاہور سے قومی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان اپریل کے مہینے میں کر دیا تھا، چنانچہ جماعت اسلامی کا یہ موقف کہ ۱۹ اور ۲۰ جون ۱۹۷۰ء کو جماعت کے مرکزی پارلیمانی بورڈ نے ڈاکٹر جاوید اقبال کے مقابلے میں امیدوار کھڑا نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت جنرل سرفراز خان کے لاہور سے انتخاب میں حصہ لینے کا اعلان نہیں ہوا تھا باطل ثابت ہو جاتا ہے۔

اسلامی متحدہ محاذ قائم ہونے کے بعد ستمبر کے آخر میں جب محاذ میں شامل جماعتوں نے اپنے امیدواروں کی فہرستوں کا تبادلہ کیا تو جماعت اسلامی نے جو فہرست محاذ میں شامل جماعتوں کو دی اس میں لاہور کے حلقہ ۳ سے سید صدیق الحسن گیلانی کا نام دیا گیا اس سے جماعت کے اس موقف کی تردید ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اس حلقہ سے ڈاکٹر جاوید اقبال کے مقابلے میں امیدوار کھڑا نہ کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا حالانکہ اس فہرست میں تین اور آزاد امیدواروں جناب ظفر احمد انصاری۔ جناب اے کے بروہی اور پیر صاحب جھنڈا کے نام شامل کئے گئے ہیں۔ اگر جماعت نے ڈاکٹر جاوید اقبال کی حمایت کا فیصلہ کیا ہوتا تو ان کا نام بھی اس طرح فہرست میں دیا جاسکتا تھا۔ بعد ازاں جماعت اسلامی نے محاذ کی مصالحتی کمیٹی کے اجلاس میں سید صدیق الحسن گیلانی کا نام جنرل سرفراز خاں کے مقابلے میں واپس لے لیا اور کمیٹی نے جنرل سرفراز خاں کو اس نشست کے لیے متفقہ امیدوار تسلیم کر لیا۔

خود امیر جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جمہوری پارٹی کے راہنماؤں کو جن میں میرے علاوہ شیخ نسیم حسن، جنرل سرفراز خان، حمزہ صاحب اور مسعود احمد پوسوال شامل ہیں۔ متعدد بار یہ یقین دہانی کرائی کہ جماعت اسلامی لاہور قومی اسمبلی حلقہ نمبر ۳ سے جنرل سرفراز خان کی حمایت کرے گی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۳ر اگست ۱۹۷۰ء کو یہ افواہ سنی گئی کہ جماعت اسلامی نے ڈاکٹر جاوید کو حمایت کا یقین دلا رکھا ہے چنانچہ شیخ نسیم حسن اور حمزہ صاحب اور میں جماعت کے مرکزی دفتر میں مولانا مودودی سے ملے اور اس بات کی وضاحت چاہی مولانا نے فرمایا کہ "ہم نے ڈاکٹر جاوید اقبال کو صرف یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ ہم ان کے مقابلے میں اپنا امیدوار کھڑا نہیں کریں گے اب چونکہ اس حلقہ سے جنرل سرفراز خان امیدوار ہیں لہذا ہماری حمایت انہیں (جنرل سرفراز خاں) کو حاصل ہوگی۔

کونسل مسلم لیگ کی مرکزی مجلس عاملہ نے جب مولانا مودودی صاحب کے خلاف مذمت کی قرارداد پاس کی تو جنرل سرفراز خاں اور رانا نذر الرحمٰن مولانا سے ملے۔ مولانا نے ان حضرات سے کہا کہ "اس قرارداد کو پریس میں آنے دیں اس کے بعد جو یقین دہانی ہم نے ڈاکٹر جاوید اقبال کو کرائی تھی وہ بھی باقی نہیں رہے گی۔ چنانچہ نہ صرف وہ قرارداد مذمت اخبارات میں چھپی بلکہ ڈاکٹر جاوید اقبال کی طرف سے مولانا کی مذمت میں ایک علیحدہ بیان بھی اخبارات میں چھپا۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۷۰ء کی صبح امیر جماعت اسلامی حلقہ لاہور چوہدری غلام جیلانی میرے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے متفقہ طور پر لاہور کی نشستوں کا فیصلہ کر لیا ہے اور اسے محاذ کی مصالحتی کمیٹی کے سامنے پیش کر رہے ہیں چنانچہ وہ متفقہ فہرست مصالحتی کمیٹی کو پیش کی گئی اس میں بھی قومی اسمبلی حلقہ نمبر ۳ سے جنرل سرفراز خان کا نام دیا گیا۔

۱۱ر اکتوبر ۱۹۷۰ء کو جنرل سرفراز خاں، مسعود احمد پوسوال اور میں مولانا سے ملے۔ مولانا نے کہا کہ "جنرل سرفراز خاں کے حلقہ نمبر ۳ سے منتقل ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۱۴ر اکتوبر ۱۹۷۰ء شام کو شیخ نسیم حسن صاحب مولانا سے ملے اور حلقہ نمبر ۳ سے متعلق تفصیلاً گفتگو ہوئی۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم نے جنرل سرفراز خاں اور ڈاکٹر جاوید اقبال کو پیشکش کی ہے کہ دونوں میں سے ایک حلقہ نمبر ۲ میں چلا جائے اور ہم وہاں سے اپنا امیدوار ہٹا لیتے ہیں اس پر شیخ نسیم حسن نے کہا کہ آپ کو یہ پیشکش جاوید اقبال کو کرنی چاہیئے کیونکہ آپ پہلے کہہ چکے ہیں کہ جنرل سرفراز خان کے حلقہ نمبر ۳ سے منتقل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مولانا نے فرمایا آپ کی رائے درست ہے میں اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کروں گا۔ لیکن ہماری اطلاع کے مطابق ڈاکٹر جاوید اقبال کو حلقہ نمبر ۳ سے کاغذات نامزدگی داخل کرنے کے لیے نہیں کہا گیا۔

نواب مشتاق احمد گورمانی نے بھی مجھے بتایا کہ اس موضوع پر مولانا مودودی صاحب سے ان کی تفصیلاً گفتگو ہوئی ہے۔ اور اب مولانا صاحب جنرل صاحب کی حمایت کریں گے۔

۲۶ر اکتوبر ۱۹۷۰ء کو مولانا مودودی صاحب نے اسلامی متحدہ محاذ کو اعتماد میں لیے بغیر ایک بیان اخبارات میں شائع کرایا جس میں محاذ کے متفقہ فیصلہ کو نظر انداز کرتے ہوئے حلقہ نمبر ۳ کے لیے ثالثی کی تجویز پیش کی اور جن معزز

حضرات کے نام ثالثی کے لیے تجویز کئے ان سے رضامندی حاصل کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔ مولانا نے ثالثی کے لیے ایک ہفتہ کا الٹی میٹم دیا لیکن جنرل سرفراز خان نے معاملہ اسلامی متحدہ محاذ پر چھوڑ دیا اور یہی صحیح جمہوری طریقہ کار بھی تھا۔

دباؤ اور مصلحت

ان تمام حقائق کے باوجود گذشتہ پندرہ دنوں سے جماعت اسلامی نے محاذ کے فیصلوں سے فرار کی کوششیں شروع کر دیں حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی کسی خاص دباؤ اور مصلحت کی وجہ سے اس قدر بے بس ہو چکی ہے کہ اب محاذ میں شامل دوسری جماعتوں کا سامنا کرنے سے گریز کر رہی ہے چنانچہ پہلے تو انہوں نے محاذ کے اجلاس اس بہانے ملتوی کرائے کہ جب تک میں لاہور نہ پہنچ جاؤں محاذ کا اجلاس نہیں بلایا جا سکتا۔ حالانکہ پہلے بھی میری غیر موجودگی میں محاذ کے اجلاس ہوتے رہے ہیں اور جب میری لاہور میں آمد اور محاذ کے اجلاس کی خبر اخباروں میں چھپ گئی تو جماعت اسلامی نے محاذ سے علیحدگی کا یک طرفہ فیصلہ کر دیا۔

جماعت اسلامی نے اسلامی متحدہ محاذ میں شمولیت کے بعد اپنے سابقہ معاہدوں کو محاذ سے منوانے کی پیہم کوششیں کیں۔ محاذ کی مصالحتی کمیٹی کے اجلاس میں مغربی پاکستان سے متفقہ امیدواروں کے انتخاب کے لیے بات چیت کے دوران ملک کے مختلف حصوں میں جماعت اسلامی کے انتخابی معاہدوں کی تفصیلات سامنے آئیں جس کے مطابق بلوچستان، سندھ پنجاب اور سرحد میں جماعت نے سابق کنونشن لیگیوں سے انتخابی سمجھوتے کر رکھے ہیں اور جماعت اسلامی کے مندوبین اس بات پر مصر تھے کہ محاذ میں شریک جماعتیں ان تمام سمجھوتوں کی توثیق کریں تاکہ جماعت اسلامی کے زیادہ سے زیادہ امیدوار کامیاب ہو سکیں۔ جماعت اسلامی نے بلوچستان میں میر نبی بخش زہری (کنونشن لیگ) سندھ میں جناب (کنونشن لیگ) پنجاب میں میر بلخ شیر مزاری (کنونشن لیگ) سے انتخابی سمجھوتے کئے۔ سندھ میں جناب جاموٹ سے انتخابی سمجھوتہ پر جماعت اسلامی کی طرف سے مولانا وصی مظہر ندوی نے دستخط کیے۔

مصالحتی کمیٹی کی تجویز

محاذ کی مصالحتی کمیٹی کے اجلاس میں متنازعہ نشستوں کے لیے تین طریقے تجویز کئے گئے اولاً تحقیقاتی کمیٹی موقع پر پہنچ کر حالات معلوم کرے اور اپنی سفارشات محاذ کے سامنے پیش کرے۔

جماعت اسلامی کے نمائندوں کا موقف یہ تھا کہ کمیٹی صرف حقائق فراہم کرے اور سفارشات پیش نہ کرے۔ جب محاذ کے باقی ارکان نے بالاتفاق اس بات پر اصرار کیا کہ تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ سفارش کے بغیر بے مقصد ہو کر رہ جائے گی تو جماعت کے مندوبین نے اعلان کیا کہ تحقیقاتی کمیٹیوں کی سفارشات کے وہ پابند نہیں ہوں گے دوسری تجویز پیش کی گئی کہ محاذ کے ان ارکان پر مشتمل ایک سب کمیٹی کثرت رائے سے متنازعہ حلقہ ہائے انتخابات کا فیصلہ کرے جن کے اپنے نمائندے ان حلقہ ہائے انتخابات میں حصہ نہ لے رہے ہوں۔ لیکن جماعت کے نزدیک یہ طریقہ بھی قابل قبول نہ تھا۔ تیسری تجویز قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ کرنے کی پیش ہوئی۔ اسے بھی جماعت اسلامی کے مندوبین نے مسترد کر دیا۔

(باقی آئندہ)

بچوں کے لئے

اعتکاف

شاہنواز محمد شان
مصری شاہ لاہور

آج سے چند سال قبل جب کہ میرا لڑکپن تھا رمضان شریف کے مہینے میں روزانہ شام کو تراویح کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جایا کرتا تھا ایک روز حسب معمول جب میں نماز کی ادائیگی کے لئے گیا تو مجھے یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ خلاف معمول مسجد کے ایک کونے میں چند چادریں ایک رسّی کے ساتھ بندھی ہوئی ہیں۔ نماز پڑھنے کے بعد میں نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ آج یہ چادریں کیوں باندھی گئی ہیں خیر تو ہے؟ امام صاحب نے فرمایا۔ ”ارے بدھو! یہ ”اعتکاف“ ہوتا ہے۔“ اعتکاف کا نام سن کر میری بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ میں نے بلا جھجک پھر سوال کیا۔ یہ ”اعتکاف“ کیا ہوتا ہے؟ امام صاحب فرمانے لگے کہ نماز روزے اور تراویح کی طرح اعتکاف بھی ایک عبادت ہے۔ یہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنّت ہے اور اسے صحابہ کرامؓ بھی انجام دیتے رہے ہیں۔

میرے اس مضمون کا عنوان پڑھ کر اکثر بچوں کے ذہن میں بھی میری طرح کے خیالات پیدا ہوئے ہوں گے۔ اب جب کہ میں اس کے متعلق مطالعہ کر چکا ہوں تو ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو بھی ”اعتکاف“ کے بارے میں تھوڑی سی معلومات بہم پہنچاؤں۔

”اعتکاف“ کا مطلب ہے اپنے آپ کو روکے رکھنا، انتظار کرنا، گوشہ نشین ہونا۔ اس عبادت کو ادا کرنے کے لئے دنیا کے لڑائی جھگڑوں لین دین اور بیہودہ باتوں سے کنارہ کش ہو کر الگ تھلگ رہنا پڑتا ہے۔

اعتکاف کے لئے سب سے افضل جگہ مسجد مکہ ہے پھر مسجد مدینہ، پھر مسجد بیت المقدس پھر جامع مسجد پھر قریبی مسجد۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف اس مسجد میں کیا جائے جہاں نماز باقاعدگی سے ادا ہوتی ہے۔ صاحبین کے نزدیک شرعی مسجد ہونا کافی ہے عورت اپنے گھر میں کوئی سی جگہ متعین کر کے اعتکاف کر سکتی ہے۔

اعتکاف کی بھی تین قسمیں ہیں
۱۔ واجب (۲) سنّت مؤکدہ (۳) مستحب۔

اگر کوئی انسان منّت مانے کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو میں تین روز کا (یا جتنے عرصہ تک کا بھی کوئی چاہے) اعتکاف کروں گا اُسے ”واجب“ کہتے ہیں۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ یعنی آخری دس روز کا اعتکاف کرنا ”سنّت مؤکدہ علی الکفایہ“ ہے۔ واجب اور سنّت مؤکدہ کے علاوہ تمام اعتکاف مستحب کہلاتے ہیں۔ یہ سال بھر کے تمام دنوں میں ادا کئے جا سکتے ہیں۔ بقول امام محمدؒ یہ اعتکاف پانچ دس منٹ تک کا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک ایک دن سے کم کا اعتکاف ناجائز ہے

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں نبیؐ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اور پھر دوسرے عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے پہلے اور دوسرے عشرے میں اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کے لئے کیا۔ لیکن پھر مجھے کسی فرشتے نے بتایا کہ وہ رات رمضان کے اخیر عشرہ میں ہے۔

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پورے رمضان المبارک کا بھی اعتکاف فرمایا ہے۔ جس سال وصال ہوا اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا۔ لیکن اکثر آخری عشرہ ہی میں اعتکاف فرماتے تھے۔ اس لئے آخری عشرے میں اعتکاف کو ”سنّتِ مؤکدہ“ قرار دیا گیا ہے۔

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سارے رمضان المبارک میں عبادت کا بہت اہتمام فرماتے تھے لیکن آخری عشرہ یادِ الٰہی میں بے حد مصروف رہتے ــــ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آخری عشرہ میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) لنگی کو مضبوطی سے باندھ کر راتوں کا احیاء فرماتے اور گھر کے افراد کو بھی جگاتے۔

”اعتکاف“ کا ثواب بے انتہا ہے۔ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ کہ جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کے واسطے کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کر دیتا ہے جس کی لمبائی چوڑائی آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ ہے۔ علامہ شعرانی نے ”کشف الغمہ“ میں نبیؐ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو انسان رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرے اس کو دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملے گا۔ جو شخص مسجد میں بیٹھ کر مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف کرے اور نماز، قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے ایک محل بناتے ہیں۔

”اعتکاف“ کے دوران رفع حاجت کے لئے، کھانے پینے کے لئے، سخت بیماری کی وجہ سے اگر خطرۂ جان ہو، غرض مجبوری کی کوئی بھی صورت ہو، باہر آنا جائز ہے۔ لیکن بے مقصد باہر آنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ لڑائی جھگڑے اور بے ہودہ باتوں سے بھی ممانعت ہے۔ واجب اعتکاف کی قضا واجب ہے اور سنّت اور نفل اعتکاف کی قضاء واجب نہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۔ ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹ /۶۷۶-۲-۹-۵۵ مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۳ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ GM/۴۰ - ۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔